بُرهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ



برہان

از

خواجہ محمد عبدالحی فاروقی

اُستاد تفسیر و ناظم دینیات

جامعہ ملیہ اسلامیہ

دھلی

سنہ ۱۳۴۵ھ
۱۹۲۷ء

سلسلۂ اشاعت اردو اکادمی ۱۲



برہان

یعنی

تفسیر الفرقان فی معارف القرآن

کا

وہ حصہ جس میں سورۃ النور کی مبسوط تفسیر ہے

از

خواجہ محمد عبدالحی فاروقی

مطبع محبوب المطابع برقی پریس دہلی

باہتمام

مرزا محبوب بیگ

تعداد طبع (۱۰۰۰) جلد

فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

تفسیر

سورۃ النور

(رکوع، ۹- آیات، ۶۴)

سورت کا نام

زمین و آسمان کا قیام، نجوم وکواکب کی نور بیزی، اور لیل و نہار کی گردش صرف ایک ہی قاہر و ضابط اور قوی و توانا خدا کی کرشمہ سازیاں ہیں، اسی کی تجلّیات ہر جگہ کارفرما ہیں، اگر اُس کا نور نہ ہو تو سورج اور چاند، دن اور رات، انسان اور فرشتہ کا بھی وجود نہ ہو، یہ سب کچھ اللہ نور السمٰوٰت والارض کی کھلی کھلی نشانیاں ہیں کہ ہر شخص ان سے عبرت اندوز ہو اور انی لا احب الافلین کہہ کر صرف ایک ہی کے ساتھ اپنا دائمی رشتہ جوڑ لو من یعتصم باللہ فقد ھدیٰ الیٰ صراط مستقیم

جب خطاکار انسان اپنی غفلتوں اور خود فراموشیوں سے متنبہ ہو کر فسق و فجور کو ترک کر دیتا ہے اور ورع و تقویٰ کے لیے آمادہ کار ہو جاتا ہے، تو

وہ اس زنجیر کو اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے جو ٹوٹ نہیں سکتی ومن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لہا اب اس کا اٹھنا بیٹھنا جاگنا اور سونا اس کا رکوع اور سجود اور بالآخر اس کی زندگی اور موت ایک ہی محبوب حقیقی کے لیے ہو جاتی ہے۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین کی حقیقت اس پر طاری ہو جاتی ہے، بالآخر وہ قلب سلیم اللہ کے دربار میں حاضر ہو جاتا ہے، اور انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین کی معیت اس کو نصیب ہوتی ہے۔

اگر آپ اس سورت کو سرسری نظر سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ انسان کو اللہ کے نور کامل سے دور رکھنے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ بداخلاقی بدکرداری فسق وفجور، اور تمرد وعصیان کی زندگی ہے، مگر جب وہ ان ناشائستہ حرکات کے رفع و انسداد کیلئے تیار ہو جاتا ہے، اور تمام قوم کو مہذب اور شائستہ بنانا اس کی غرض ہوتی ہے تو اس کو خلافت ارضی کا مژدۂ جانفزا سنایا جاتا ہے کہ اللہ کا دست عمل بن کر نیکی کو رواج دے، اور برائی کو روکے۔

چونکہ اس سورۂ مبارکہ میں اسی نور السموٰت والارض سے بحث کی گئی ہے، اور اس سے تمسک و اعتصام کے نتائج بیان کیے گئے ہیں اس لیے اس سورت کا نام "النور" قرار پایا۔

تاریخ نزول

اس میں تو کسی کو اختلاف نہیں کہ یہ سورت مدینہ منورہ ہی میں نازل ہوئی ہے پھر اس میں واقعہ افک بیان کیا گیا ہے، جس کا سرغنہ مشہور منافق عبداللہ

بن ابی بن سلول تھا، اور جس میں غلطی سے چند مسلمان بھی مبتلا ہو گئے تھے، یہ واقعہ اُس وقت کا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم غزوہ بنی مصطلق سے واپس آ رہے تھے، یہ جنگ ہجرت کے پانچویں سال وقوع میں آئی ہے، اس لئے یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اس سورت کا بڑا حصّہ ۵ ہجری میں ہی نازل ہوا ہو گا۔

تلخیص مضامین

اس سورت کے تمام مطالب اسی طرح مربوط اور مسلسل ہیں جس طرح آپ بقیہ سورتوں کے مضامین ہماری کتابوں میں ملاحظہ کر چکے ہیں، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

ابتداء میں اس طرف توجہ دلائی کہ جو قانون اس سورت میں بیان کیا جا رہا ہے وہ ذخیرۂ تذکیر و موعظت ہے، اس کے بعد آیت ۲ سے اس قانون کی تفصیل شروع کی جس کا مطلب یہ ہے کہ زنا کرنے والوں کو سزا ملنی چاہیئے، جس کا ایک حصہ تو حکومت سے متعلق ہے اور دوسرا قوم سے، ممکن ہے بعض لوگ سزا کی سختی کو دیکھ کر اس سے بے جا فائدہ اُٹھائیں اور شریف انسانوں پر تہمت لگائیں، اس کو روکنے کے لیئے آیت ۵ تک ایک قانون بیان کیا، بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو زنا کرتے دیکھتا ہے، مگر قانون شہادت پر پورا پورا عمل نہیں کر سکتا، اس لیئے آیت ۱۰ تک لعان کا ضابطہ نوازش فرمایا۔

زنا نہیں رُک سکتا جب تک کہ عورت اور مرد کے اختلاط کو تنگ نہ کر دیا جائے، مگر ایک آزاد قوم کو اس کا پابند بنانا مشکل ہے، جب تک وہ خود صمیم قلب سے اس کی شدید ترین ضرورت نہ محسوس کرے، اس لیئے پردے کے احکام نازل کرنے سے قبل لوگوں کی توجہ واقعہ افک کی طرف منعطف کرا دی گئی، جس کی تفصیل آیت ۲۶ پر ختم ہوتی ہے، اس کے بعد پردے کے احکام بیان کیئے، گھر میں عورتیں ہوں تو کس طرح رہیں، کون کون لوگ گھروں میں آ سکتے

ہیں، داخلہ کا قانون کیا ہے کس وقت آنا منع ہے، پھر یہ کہ گھر کے باہر مساجد و مجامع میں عورت و مرد ایک جگہ جمع ہوں تو اُس وقت دونوں کے فرائض کیا ہوں گے ان سب امور کی تفصیل آیت ۳۱ تک بیان کردی۔

آگے چل کر بتایا کہ قوم جب بداخلاقیوں سے بچ کر پردے پر عمل کرے گی تو اللہ نور السمٰوٰت والارض سے اسکے تعلقات قایم ہو جائیں گے اگرچہ یہ نور ہر جگہ جاری و ساری ہے، مگر اس کے کسب و حصول میں لوگوں کے حالات مختلف ہیں، ان سب کے نتائج پر آیت ۵۴ تک بحث کی، البتہ جو پورے طور پر اس نور سے تمسک کریں گے، اُن کو خلافت ارضی کا وعدہ دیا، یہ مضمون آیت ۵۵ پر ختم ہو جاتا ہے۔

بہت سی غلط فہمیاں ہیں جو پردے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہیں، اس لیئے آیت ۶۱ تک حقائق اصلیہ کو پیش کر کے صحیح مسئلہ بیان کردیا، لیکن کوئی قانون نافذ نہیں ہوسکتا جب تک امیر نہ ہو جو اپنی قوت و طاقت، اور اثر و نفوذ سے ہر حکم کی تعمیل کراسکے، یہ مضمون آیت ۶۳ پر ختم ہو گیا۔ اب آخری آیت میں بیان کیا گیا کہ تمہاری موجودہ اور آیندہ ضروریات قومی و ملکی کا لحاظ کر کے یہ قانون نوازش کیا گیا ہے، جس کی پابندی ضروری ہے، اور جو مثمر نتائج و برکات ہوگا، اسی پر سورۂ مبارکہ نور ختم کردی گئی۔

موضوع سورت

ہر انسان میں ترقی کی خواہش مضمر ہے، اور وہ ہر وقت ارتقائی منازل کو چھوڑ کر مرۃ واحدہ انسانی نشو و ارتقا کی انتہائی منزل میں قدم رکھنا چاہتا ہے، مگر دنیا اسباب و وسائل اور علت و معلول کا گھر ہے، اس لیئے یہ ناممکن ہے

جب تک کہ اسباب وذرائع فراہم نہ ہوں، یا درمیانی مراحل کو درجہ بدرجہ نہ طے کرلیا جائے، اِس سعی وکوشش میں انسانوں کی تین جماعتیں ہو جاتی ہیں :

(الف) جنہوں نے ان مراحل کو کٹھن جانا، مگران میں سے گذر جانے کو ممکن خیال کیا اسی لیے مصروف عمل ہوگئے اور منزل مقصود کی طرف چل دیئے

یہ لوگ ایک نہ ایک دن اس مقصد کو پالیں گے، وقلیل ما ھم

(ب) وہ جو اسے ناممکن خیال کرتے ہیں، ان کی قوت ارادی اسقدر مضبوط نہیں ہے کہ دنیوی آلائشوں سے اپنے آپ کو پاک کرکے اچھے راہ پر چن لیں، اور اس کے مطابق اپنا لائحہ عمل تیار کرلیں، انہیں اگر صحبتِ صالح میسر آگئی، تو کامیاب ہو جائیں گے، اور اگر بری سوسائٹی میں پھنس کر گرفتار گناہ ومعصیت ہوگئے، تو ان میں ایک عرصہ تک تو یہ احساس باقی رہے گا کہ ہم اپنے مقصود اصلی سے دور جا رہے ہیں، اس درمیان میں انہیں اگر کوئی ہادی مل گیا، تو وہ اپنی اصلاح کرلیں گے، ورنہ تیسرے گروہ میں شامل ہو جائیں گے۔

(ج) یہ اپنی حقیقت وماہیت فراموش کر بیٹھے ہیں، یہاں تک کہ ان پر یہ صادق آنے لگتا ہے: سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون، ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم۔

اس قدر تمہید کے بعد تم عالم تکوین کا درس ومطالعہ کرو، تم دیکھو گے کہ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے، جس کی رحمت سب کے لیے یکساں اور عام ہے، مگر ایک زمین ہے جو اس پانی کو جذب کرلیتی ہے اور چند روز میں گلزار بن جاتی ہے، دوسرا ٹکڑا اس پانی کو محفوظ رکھتا ہے کہ چرند وپرند آکر سیراب ہوں اور تیسرا حصہ وہ ہے جو نہ جذب

کرتا ہے اور نہ اس میں روکنے کی طاقت ہے۔

اسی طرح کائنات ارضی وسماوی کا ایک ایک ذرہ اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم اور رافت ورحمت کا پیکر مجسم ہے، اُس کی برکتیں ہر جگہ کار فرما ہیں، مگر ان سے فائدہ حاصل کرنے کے لیئے تہذیب اخلاق، تزکیہ نفس اور عمل خیر کی ضرورت ہے، اگر اخلاق واعمال تمرد وسرکشی کی زندہ تصویر ہیں تو نور الٰہی سے نفع حاصل کرنا غیر ممکن ہے اور اگر تقویٰ وطہارت کے ساتھ ہم اس عرصۂ حیات میں کار فرما ہوئے تو دنیا کی کوئی طاقت ان فیوض وبرکات سے محروم نہیں کر سکتی، اور جن کا ایک نتیجہ خلافت وتمکین فی الارض ہوگا۔

دنیا میں صدہا قسم کی بداخلاقیاں رواج پکڑ چکی ہیں، مکر وشیطنیت کے چاروں طرف جال بچھے ہوئے ہیں، تہذیب وشائستگی کی آڑ میں ممالک وامم کو تباہ وبرباد کیا جارہا ہے، اور رعب واقتدار کا عفریت ہر قسم کی سفاکانہ حرکات کا ارتکاب کرارہا ہے، لیکن اگر ان تمام حرکات شیطانی کی تحلیل وتفرید کی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان سب کی تہ میں دو چیزیں کام کررہی ہیں۔

(۱) ایک شخص صاحب دولت وثروت ہے، ایک ملک قدرتی خزائن سے بھرپور ہے، اب مہذب اور شائستہ ڈاکو آتے ہیں، اور لطائف الحیل سے اس گنج گرانمایہ پر قبضہ کرتے ہیں، کہیں چند سال کا ٹھیکہ لے کر بتدریج اس پر قبضہ کرلیا جاتا ہے، کسی جگہ شعبہ جات حکومت کی اصلاح پیش نظر ہوتی ہے، کہیں انتداب ومشاورت کا نقاب پہن لیا جاتا ہے، اور پھر سب کچھ ہوتا ہے جس سے انسانیت شرماتی ہے، اور عدل سینہ کوبی کرتا ہے۔

(۲) حسن وجمال بڑے بڑوں کے پائے استقامت میں لغزش پیدا کردیتا ہے، بڑے بڑے پادشاہ اس کے لیئے گدائی اختیار کرلیتے ہیں، کسی کی عفت وپاک دامنی راہ میں حائل نہیں ہوتی، اور سینہ زوری سے اپنی خواہش پوری کرلی جاتی ہے۔

یہی دو باتیں ہیں جن کی خاطر نواحش و منہیات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اطراف و جوانب ملک میں شر و فساد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، نشو و ارتقا کی راہیں بند ہو جاتی ہیں، اور پوری قوم کی قوم پر عالم ممات طاری ہو جاتا ہے۔

مگران دونوں میں سے بھی عفت و پاک دامنی پر حملہ کرنا بدترین جرم ہے، تم ایک سلیم الفطرت انسان کو لو جس کے ہوش و حواس اور عقل و خرد پر حریت فاسقہ کا عفریت سوار نہ ہو، ایک شخص اس کی بیوی یا لڑکی کی عصمت و آبرو برباد کرتا ہے، اس کی کیا حالت ہوگی، تم تھوڑی دیر کے لئے زنا اور اس کے خطرناک نتائج کو اپنے سامنے لاؤ۔

(۱) زنا کا اثر سب سے پہلے زانی کے اخلاق پر پڑتا ہے، وہ اپنا روپیہ برباد کرتا ہے، اپنی خاندانی شرافت و نجابت کا خون صالح ضائع کرتا ہے، اُس کی نسل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، وہ اپنے تمام خاندان کے لیے بدترین مثال پیش کرتا ہے جس کی تقلید اس کے عزیز و قریب کریں گے، اس نے راستہ صاف کر دیا ہے، جہاں سے زنا اس کے گھر میں داخل ہوگا۔

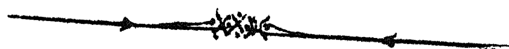
(۲) زانیہ کی عصمت و آبرو برباد ہوتی ہے، اس کے اندر بے حیائی اور بے غیرتی آجاتی ہے، روز بروز اس کے اخلاق خراب ہوتے چلے جاتے ہیں، اس کے رشتہ دار شرم و ندامت کے مارے کسی کو اپنا منہ نہیں دکھا سکتے، اور بعض اوقات اس کے وجہ سے دوسروں کے قتل کا سبب بنتے ہیں۔

(۳) اس زانیہ عورت کے شوہر کو دیکھو، اس نے اس کی طہارت و پاکیزگی پر اعتماد کر کے اس سے نکاح کیا تھا، مگر اس کو دھوکا دیا گیا، اس کے حق میں بیجا مداخلت کی گئی، اس کو رسوا کیا گیا اور ایسی اولاد کو اس کا وارث بنایا جس کو شرعاً یا قانوناً کوئی حق نہ پہنچتا تھا۔

زنا سے پیدا ہوئی ہو، بلکہ اس کو ضائع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اگر بچ گئی تو اس کی صحیح تربیت نہیں ہوتی، اور ملک اور قوم کے لئے بارِ دوش ثابت ہوتی ہے۔

غرض یہ ہے کہ زنا سے نسل محفوظ نہیں رہتی، خاندانی خصوصیات مٹ جاتی ہیں، لوگوں کی صحت خراب ہو جاتی ہے، اولاد میں بھی جراثیم زنا اپنا اثر کرتے ہیں، اللہ کی رحمت سے دور جا پڑتے ہیں، نورِ خداوندی سے کوئی تعلق قایم نہیں رہتا، اور انجام کار خلافت ارضی سے محروم کر دیا جاتا ہے،

سورہ نور کا یہی موضوع ہے، وہ تمام بداخلاقیوں کو دور کرنا چاہتی ہے، اور انسان کا تعلق اللہ نور السموٰت والارض سے قایم کرنے کی فکر میں ہے تاکہ فرزند آدم خلافت و نیابت الٰہی کا مستحق بنے، اس نے صرف خرابیوں کے اصل الاصول کو لیا، اور اس پر پوری شرح و بسط سے بحث کی، اور ایک جامع و حاوی قانون دیا، اگر قوم اس پر عمل پیرا ہو، تو قریب قریب تمام بداخلاقیاں دور ہو جائیں گی، اور پھر وہی امت کائنات ارضی و سماوی پر آمر و ناہی ہوگی، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والماب۔



باب ۱

دستور العمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۱) سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○	یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے اُتارا ہے، اور فرض کیا ہے اور اس میں کھلے کھلے احکام نازل کئے تاکہ تم سمجھو۔

سورۃ خبر ہے مبتدا، محذوف کی، یعنی ہٰذہ سورۃ اور انزلناہا و فرضناہا دونوں سورۃ کی صفتیں ہیں۔

آگے چل کر اس بداخلاقی کا ذکر آئیگا جو پوری کی پوری امت کو نیست و نابود کردیتی ہے، جس سے تہذیب و حضارۃ اور تمدن و شایستگی کا نام و نشان باقی نہیں رہتا، جس سے اعمال حسنہ اور اخلاق فاضلہ کا استیصال کلی ہو جاتا ہے، اس کے رفع و انسداد کے لیئے ہم نے یہ ضابطہ اور دستور العمل نازل کیا ہے، صرف یہی ایک قانون ہے جو بڑی حد تک زنا کو دنیا سے دور کرسکتا ہے، اسلیئے تمام اسلامی حکومتوں پر ہم نے اسکا نفاذ لازمی کردیا ہے، یہ ایک ایکٹ ہے جس کی دفعات اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ ہر شخص ان کو بآسانی ذہن نشین کرسکتا ہے، اس سے بہتر دنیا کے پاس اور کوئی قانون نہیں جو اس بداخلاقی کو دور کرسکے۔

ممکن ہے اس قانون کے نافذ کرنے میں تمہیں دقتیں پیش آئیں، عام لوگوں کو تکلیف محسوس ہو، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس کو وحشیانہ تصور کرے مگر تم اپنی نظر اُن نتائج پر رکھو جو

اس سے پیدا ہوں گے، تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ قومی نشو و ارتقا اور انسداد فسق و فجور کا ذریعہ وحید یہی ایک قانون ہے جو اس سورت میں آیندہ بیان ہوگا۔

عدالت کا فیصلہ

تم نے گذشتہ اوراق میں پڑھ لیا ہے کہ زنا کس قدر مہلک اور انسانیت محضہ کو کہاں تک نقصان پہنچانے والا ہے، اس کے لیئے جس قدر بھی سخت سے سخت قانون بنایا جائے عین حق و صواب ہے، اس لیئے اس بدترین جرم کی سزا حسب ذیل مقرر کیجاتی ہے، جس کا نفاذ حکومت کے ذمہ ہوگا:

(۲) اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

زنا کرنے والی عورت، اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو درّے مارو، اور اگر اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تم کو ان پر ترس دامن گیر نہ ہو، اور چاہیئے کہ ان کے سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہے

الزانیہ کو الزانی پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ زنا کے صدور میں عورت ہی اصل ہے، اس میں داعیہ زنا اتم و اکمل ہوتا ہے، اگر وہ راضی نہ ہو تو زنا ہی نہیں ہو سکتا، **رافۃ** بمعنی رحمت و شفقت۔

قرآن کریم نے مختلف مقامات میں زنا کو بدترین خصائل میں شمار کیا ہے، بلکہ شرک اور زنا کو ایک درجہ دیا ہے، چنانچہ فرمایا: والذین لا یدعون مع اللہ الٰها اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون (۲۵: ۶۸ و ۶۹) اور جو خدا کے سوا کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں، اور ناحق ناروا کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے، اور نہ زنا کے مرتکب ہوں، دائرہ اسلام میں داخل ہوتے وقت عورتوں کو جو شرائط قبول کرنی پڑتی تھیں

اُن میں سے ایک یہ تھی: ولا یزنین (۶۰: ۱۲) اور نہ بدکاری کریں گی سورہ بنی اسرائیل میں آتا ہے ولا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا (۱۷: ۳۲) اور زنا کے پاس ہو کر بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بے حیائی ہے، اور بہت ہی برا چلن ہے، احادیث میں بھی کثرت سے اس کی برائی بیان کی گئی ہے، ایک حدیث میں آتا ہے یا رسول اللہ ای الذنب اعظم عند اللہ قال ان تجعل للہ ندا و ھو خلقک قلت ثم ای قال ان تقتل ولدک خشیۃ ان یا کل معک قلت ثم ای قال وان تزنی حلیلۃ جارک، عبداللہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون ہے، آپ نے فرمایا خدا کے ساتھ شریک کرنا جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر اپنی اولاد کو قتل کر دینا صرف اس خیال سے کہ وہ تمہارے ساتھ مل کر کھائے گی، اور اس کے بعد یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرے۔

زنا کی سزا

قانون بناتے وقت واضعین آئین وقوانین کا فرض ہے کہ تمام حالات وواقعات کا درس ومطالعہ کر کے دستور العمل مرتب کریں ان کے سامنے ملک وملت کی تمام مصالح ہوں، اور جملہ مراتب و اسباب پر ان کی نظر ہو، مگر جب قانون بن جائے اور قانون ساز مجلس اس پر مہر تصدیق وتصویب لگا دے، پھر اس کے نفاذ میں کسی قسم کی تخصیص و پاسداری نہ ہونی چاہیئے، ورنہ وہ ایک بے اثر ضابطہ بن کر رہ جائے گا۔

اگر ایک مرد وعورت زنا کا ارتکاب کرتے ہیں، عدالت میں اُن کا مقدمہ پیش ہوتا ہے، چار گواہ اپنی عینی شہادت سے اس جرم کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیتے ہیں، یا مجرم خود ہی اقرار واعتراف گناہ کر لیتا ہے، تو فاعل ومفعول کو سو سو کوڑے لگائے جائیں گے، اور اس میں غریب وامیر کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا، اس لئے کہ ادنےٰ لوگوں کو سزا

دینا اور ارباب دولت کو چھوڑ دینا دراصل اس بد اخلاقی کو اور رواج دینا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ دو آدمیوں کی جان جا رہی ہے اور تمہیں اُن پر رحم آتا ہے، لیکن اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ یہ قانون خدائے علیم و خبیر کا بنایا ہوا ہے، صرف اسی پر عمل پیرا ہو کر اس بد اخلاقی کو بیخ و بن سے اکھیڑا جا سکتا ہے تو تمہارا فرض یہ ہے کہ تم ایک لمحہ کے لئے بھی ان مجرموں پر رحم نہ کرو۔

تنبیہ و عبرت

ان لوگوں کی بے حیائی کو دیکھو، کھلے بندوں اس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں، ایک جماعت ان کو ایسا کرتے ہوئے دیکھتی ہے، اور چار شریف آدمی اپنی عینی شہادت سے یہ حقیقت عدالت پر واضح کر دیتے ہیں کہ ان کی بد اخلاقی دوسروں کو بھی اس کی دعوت دے رہی ہے، ایسے بے حیاؤں کو جو سزا ملے گی وہ کھلے میدان میں ملے گی جہاں مسلمانوں کی ایک جماعت اُس وقت موجود ہو گی، اور اپنی آنکھوں سے دیکھے گی کہ جو لوگ اس درجہ بے حیا اور بد خلق ہوں، اُن کی سزا یہ ہے، امید ہے کہ اس عبرت ناک سزا کے بعد دوسروں میں ایسا کرنے کی ہمت نہ پیدا ہو گی، اور ممکن ہے کہ یہ خود بھی اپنی حالت آیندہ کو درست کر لیں، اور ان میں انابت الی اللہ پیدا ہو۔

ایک سال کی جلاوطنی

قرآن نے تو زنا کی سزا سَو کوڑے ہی مقرر کی ہے مگر بعض جرائم پیشہ لوگوں کے لیے اتنی سزا کافی نہیں ہوتی، اس لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجسٹریٹ اور قاضی کو اختیار دیا ہے کہ اگر وہ اس امر کی ضرورت محسوس کرے تو سو کوڑوں کے علاوہ مجرم کو ایک سال کے لیئے جلاوطن بھی کر سکتا ہے، اور اگر امام کو یہ خیال ہو

کہ جلاوطن کرنے سے فتنہ وفساد کا باب مفتوح ہو جائے گا تو وہ صرف کوڑوں ہی پر اکتفا کرنے کا مجاز ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب پینے کے جرم میں جلاوطن کر دیا تھا، وہاں جاکر وہ ہرقل بادشاہ روم سے مل گیا، اس پر آپ نے فرمایا لا اغرب بعدھا ابداً اب میں کبھی کسی کو جلاوطن نہ کروں گا، اس کی غرض یہ ہے:

(الف) دوسری جگہ کے رہنے والے اس کے حالات سے ناواقف ہوں گے، وہاں رہ کر وہ اپنی اصلاح کرلے گا، اور ایک سال کی جلاوطنی کی تکالیف وشدائد سے تنگ آکر آئندہ اس سے باز رہے گا۔

(ب) حاکم ضلع اس کی برابر نگرانی کرے گا، اصلاح کرلی تو بہتر، ورنہ پھر کوڑے کھاکر دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے گا۔

بکر وثیب کی تفریق

جب سورہ نساء نازل ہوئی تو اس میں زنا کرنے والوں کی یہ سزا مقرر کی گئی تھی: و اللتی یأتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت او یجعل اللہ لھن سبیلا (۴: ۱۹) اور مسلمانو! تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں، تو ان کی بدفعلی پر اپنے لوگوں میں سے چار کی گواہی لو، پس اگر گواہ ان کی بدکاری کی تصدیق کریں تو سزا کے طور پر ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو، یہاں تک کہ موت ان کا کام تمام کر دے، یا اللہ ان کے لیئے کوئی اور راستہ نکالے، اس اجمال کی تفصیل سورۂ نور نے کی، اور وہ راستہ بتا دیا جو اوپر مذکور ہوا۔

آیت میں بظاہر بکر وثیب کی کوئی تفریق نظر نہیں آتی، مگر رسول اللہ نے ان دونوں کے احکام الگ الگ بیان کئے ہیں، چنانچہ مسلم میں آتا ہے کہ جب سورۂ نور کی مذکورۃ الصدر

آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: خذوا عنی خذوا عنی فقد جعل اللہ لھن سبیلا، البکر بالبکر جلد مائۃ ونفی سنۃ والثیب بالثیب جلد مائۃ والرجم۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ (الف) بکر، اگر مرد و عورت کنوارے ہوں، تو ارتکاب زنا کی صورت میں ہر ایک کو سنو سو کوڑے لگائے جائیں گے، اور اگر حاکم مناسب خیال کرے تو ان میں سے کسی کو جلا وطن بھی کر دے۔

(ب) ثیب، شادی شدہ مرد و عورت جس کو محصن کہتے ہیں، بھوکا اگر چوری کرے تو اس قدر مجرم نہیں، جتنا وہ جو امیر ہونے کے باوجود کھانے کی چوری کرے۔ ایسے ہی شادی کے بعد زنا کرنا بتاتا ہے کہ بداخلاقی اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے، وہ جرائم کا پتلا ہے، ملک میں خرابی پیدا کرتا ہے، نسب کا سلسلہ درہم برہم کرتا ہے، بغض و عداوت اور فتنہ و فساد کے جذبات خبیثہ کی تولید کرتا ہے، اس لئے اسے کوڑے بھی لگائے جائیں، اور رجم بھی کیا جائے، لیکن اگر حاکم چاہے تو بڑی سزا کے ہوتے چھوٹی سزا کو ترک کر سکتا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو صرف رجم کیا، لیکن حضرت علیؓ نے شراحۃ الھمدانیہ کو پہلے کوڑے لگائے اور بعد کو رجم کر کے فرمایا: جلدتھا بکتاب اللہ ورجمتھا بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری)، قرآن کی رو سے کوڑے مارے ہیں، اور سنت کی بنا پر رجم کیا ہے۔

آیت رجم کی تحقیق

زانی محصن کو سنگسار کرنے کا قرآن میں صراحۃً مذکور نہیں، اس لیئے کہ اسلام نے مسائل نکاح میں بہت زیادہ سہولتیں اور آسانیاں پیدا کر دی ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ

ہونا چاہئے کہ حالت احصان میں ارتکاب زنا شاذ و نادر ہی وقوع میں آئے، تو ایک نادر الوقوع امر کے لیے کوئی حکم صراحت کے ساتھ صادر کرنا اصول تشریع کے خلاف ہے، زانی کا لفظ اگر مطلق بولا جائے تو زنا کے عام مفہوم سے صرف غیر محصن ہی مراد ہوگا، واضعان آئین وقوانین شاذ و نادر مسائل کا حکم اکثر صریحاً ذکر نہیں کرتے، اور نہ اس کے لیے کوئی خاص قانون بناتے ہیں، اصول قانون کے واقف اور ماہرین فن خود بخود قواعد عامہ سے اس کا حکم استنباط کر لیتے ہیں، چنانچہ زانی محصن کے سنگسار کرنے کا حکم اسی قبیل سے ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محاورات عرب میں کتاب بمعنی مکتوب یعنی اللہ کا حکم بھی مستعمل ہے، ہر جگہ کتاب اللہ سے قرآن ہی مراد نہیں ہوتا، نکاح کے احکام بیان کر کے فرمایا: کتاب اللہ علیکم (۴: ۲۸) یہ خدا کا حکم ہے جو تم پر نازل کیا جاتا ہے، نماز کے بارے میں ارشاد ہوا: ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا (۴: ۱۰۳) مسلمانوں پر نماز بقید وقت فرض ہے، روزے کی نسبت فرمایا: کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم (۲: ۱۸۳) جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزہ رکھنا فرض تھا تم پر بھی فرض کیا گیا۔ اکثر لوگ اس فرق کو مد نظر نہیں رکھتے، اسلیئے انہیں سخت مغالطہ ہوتا ہے، حدیث میں جو ان الرجیم من کتاب اللہ آتا ہے تو انہیں یہ وہم گذرتا ہے کہ یہ حکم بصراحت قرآن میں موجود ہے، حالانکہ یہاں کتاب کا لفظ دوسرے مفہوم میں استعمال ہوا ہے یعنی سنگسار کرنا خدا کا حکم اور فرض ہے، گو اس کا حکم بطریق استنباط ہی کیوں نہ ہو۔

اس فرق کو پیش نظر نہ رکھنے کی وجہ سے ان لوگوں نے احادیث میں کتاب اللہ سے قرآن کریم مراد لیا اور الشیخ والشیخۃ اذا زنیا کو قرآن کی ایک آیت تسلیم کر کے یہ دعوی کیا کہ

آیت تو منسوخ التلاوة ہے، مگر اس کا حکم ابھی تک باقی ہے، پھر حضرت عمر کے خطبہ سے بھی اس غلطی میں اور اضافہ ہوا، جسے بخاری نے ابن عباس سے نقل کیا ہے، اور وہ حسب ذیل ہے: ایھا الناس! فان اللہ تعالیٰ بعث محمداً صلی اللہ علیہ وسلم وانزل علیہ الکتٰب، فکان فیما انزل علیہ آیۃ الرجم، فقرأناھا ووعیناھا، ورجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجمنا بعدہ، فاخشیٰ ان یطول بالناس زمان ان یقول قائل لا نجد آیۃ الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضۃ انزلھا اللہ، فالرجم فی کتاب اللہ حق علی من زنیٰ اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او الحبل او الاعتراف، لوگو! اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا، اس پر کتاب نازل کی اور اسی میں آیت رجم نازل کی، جسے ہم نے پڑھا اور یاد رکھا، اس کے مطابق رسول نے اور ہم سب نے رجم کیا، مجھے ڈر ہے کہ زمانہ دراز کے بعد لوگ یہ نہ کہنے لگ جائیں کہ آیت رجم کتاب اللہ میں موجود نہیں، اور اس طرح فریضہ الٰہی کے ترک سے گنہ گار بن جائیں، پس تم یاد رکھو کہ رجم خدا کا حکم ہے، جب شادی شدہ مرد اور عورت زنا کے مرتکب ہوں، اور شہادت، حمل یا اقرار سے جرم ثابت ہوجائے تو رجم ضروری ہے، اسی ذیل میں اس روایت کو بھی سامنے رکھ لیجئے جسے نسائی نے عبدالرحمٰن بن عوف سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے دوران خطبہ میں فرمایا: لولا ان یقول قائل او یتکلم متکلم ان عمر زاد فی کتاب اللہ ما لیس فیہ لاثبتھا کما نزلت، اگر لوگ یہ نہ کہتے کہ عمر نے کتاب الٰہی میں زیادتی کی ہے تو میں ضرور اس کو ویسے ہی اس میں نقل کر دیتا۔

حدیث کا مطلب

ظاہر ہے کہ اگر مسلمانوں کو یہ بات عام طور پر معلوم ہوتی کہ یہ قرآن کا حکم ہے، تو حضرت

عمر اس کو قرآن میں درج کرنے سے ذرا بھی تامل نہ کرتے، اور اس باب میں کسی کی پروا نہ کرتے، بلکہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملتا کہ عمر نے قرآن میں زیادتی کی ہے، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم قرآن میں نہ تھا، حضرت عمر کا مطلب اس پر زور دینے سے یہ تھا کہ یہ حکم بھی ان احکام کی طرح ہے، جو قرآن میں صراحت کے ساتھ مذکور ہیں، ظاہر ہے کہ اب وہ قرآن میں تو اس کو لکھ نہیں سکتے، مگر مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اس کے حکم الٰہی ہونے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ کریں۔

حضرت علی کی روایت اوپر گذر چکی ہے، جس میں آپ فرماتے ہیں: جلدتھا بکتاب اللہ و رجمتھا بسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کا بھی یہی مطلب تھا کہ قرآن میں صرف سو تازیانوں کی سزا بکر و تیب کے لیئے صریح طور پر ذکر کی گئی ہے سنگساری کا حکم حدیث میں ہے۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ سنگسار کرنے کا حکم قرآن میں صریحاً مذکور نہیں، اور نہ مسلمانوں کا عام طور پر یہ عقیدہ تھا بلکہ اس کو وہ ایک مستنبط شدہ حکم خیال کرتے تھے، رہا اصل مسئلہ رجم تو اس کا انکار مشکل ہے، اس لیئے کہ صحابہ میں سے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدریؓ، ابوہریرہ، بریدۃ الاسلمی، زید بن خالد اور دوسرے لوگ اسے روایت کرتے ہیں، اور خلفائے اربعہ اپنے زمانہ حکومت میں برابر رجم کرتے رہے۔

قوم کا فرض

ملک میں جس قدر خرابیاں رونما ہوتی ہیں، ان کے رفع و انسداد کے لیئے ضرورت ہے کہ راعی و رعایا باہم اشتراک عمل سے کام لیں، اور دونوں متحدہ سعی و کوشش سے

ان کو ادا کریں، اگر حکومت مصروف کار ہو، اور رعایا ساتھ نہ دے، اسی طرح رعایا کسی اصلاح کی طالب ہو، اور حکومت نہیں چاہتی، تو ناکامی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں، اس لیئے قرآن نے اگر ایک طرف حاکم کو اس بے حیائی کے روکنے کا حکم دیا، تو دوسری جانب اس نے مسلمانوں کا بھی یہ فرض بتا دیا کہ ایسے موقع پر انہیں کیا کرنا چاہیئے:

(۳) اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ○	بدکار مرد تو بدکار عورت یا مشرکہ عورت ہی سے نکاح کرے گا، اور بدکار عورت کو بدکار یا مشرک کے سوا کوئی نکاح میں نہ لائے گا اور مسلمانوں پر یہ حرام کیا گیا ہے۔

نسائی میں ہے کہ ایک صحابی نے ام مہزول پیشہ ور زانیہ سے نکاح کا ارادہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی، حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان تین آدمیوں سے بات تک نہ کرے گا، (۱) العاق لوالدیہ (۲) والمراۃ المترجلۃ المتشبھۃ بالرجال (۳) الدیوث (مسند امام احمد) وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو عاق کر دے، وہ عورت جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرے، اور دیوث۔

قوم کا فرض ہے کہ وہ زانی مرد اور عورت کو اپنی سوسائٹی سے گرا دے، ان کی سیرت اور اخلاق پر اعتماد نہ کرے، اگر ایک سزا یافتہ زانی نکاح کے خیال سے کسی شریف مسلمان لڑکی کی تلاش میں ہو تو کوئی مسلمان اپنی لڑکی کو اس کے نکاح میں نہ دے اس کی یہی سزا ہے کہ وہ اپنے ہی جیسی بدکار اور سزا یافتہ عورت سے نکاح کرے۔

یہی سلوک زانیہ عورت سے ہونا چاہئے، وہ کسی شریف گھرانے میں داخل ہونے کے قابل نہیں، وہ کیسی ہی حسین وجمیل کیوں نہ ہو، مسلمانوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں، شریعت اسلام کبھی اس چیز کو جائز قرار نہیں دے سکتی کہ ایسی بے حیا عورت کے ساتھ شریف مسلمان نکاح کریں یہی دستور العمل ہے، اور ہر مسلمان پر اس کی پابندی ضروری ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر، عمر، علی، ابن مسعود، اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے، امام احمد بن حنبل بھی اسی طرف گئے ہیں، ان کی رائے یہ ہے لا یصح العقد من الرجل العفیف علی المرأۃ البغی مادامت کذلک حتی تستتاب فان تابت صح العقد علیہا والا فلا وکذلک لا یصح تزویج المرأۃ العفیفۃ بالرجل الفاجر المسافح حتی یتوب توبۃ صحیحۃ لقولہ تعالیٰ وحرم ذالک علی المومنین (ابن کثیر) پاک دامن مرد کا نکاح زانیہ عورت سے نہیں ہوسکتا، جب تک وہ توبہ نہ کرے، اسی طرح ایک شریف اور پاک باز عورت کا نکاح زانی مرد سے خالص توبہ کے بغیر نہیں ہوسکتا، اور اس کی دلیل آیت حرم ذالک علی المومنین ہے۔

اس سختی کا منشا یہ ہے کہ جب قوم بھی ایسے بداخلاقوں کا بائیکاٹ کردے گی، تو وہ ضرور اس سے متاثر ہوں گے اور عجب نہیں کہ اس فعل بد سے بالکل الگ ہو جائیں، توبہ کے بعد یہ تمام رکاوٹیں اُٹھ جائیں گی، اور وہ آزادانہ ہر ایک سے نکاح کرسکیں گے، آج تم مسلمانوں میں زنا کی کثرت دیکھتے ہو کوئی سوسائٹی اس سے محفوظ نہیں، پھر چونکہ ان لوگوں کے پاس دولت ہوتی ہے، تم ان کی عزت بھی کرتے ہو، اور اپنی لڑکیاں بھی ان کے نکاح میں دیتے ہو، یہ تمام نتائج فاسدہ اس آیت پر عمل نہ کرنے کے ہیں۔

تہمت لگانے والے

آپ نے دیکھ لیا کہ شریعت نے زنا کو روکنے کے لیئے کس قدر سخت سزا تجویز کی ہے، اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تو اس کی سزا موت کے سوا اور کچھ نہیں ممکن ہے بعض بد باطن لوگ اس قانون سے بے جا فائدہ اُٹھائیں، اور جن شرفاء سے انہیں بغض و عداوت ہو، ان پر زنا کا الزام لگائیں، اگر اس کی روک تھام نہ کی گئی، تو ایک شریف آدمی کی عزت اور جان دونوں پر بن آئے گی، اس لیئے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۵) اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور چار گواہ نہ لا سکیں تو اُن کو اسّی کوڑے مارو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ بدکار ہیں، سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کرلی، اور اپنی عادت درست کرلی، تو اللہ بخشنے والا رحم والا ہے۔

محصنات جمع ہے محصنہ کی، لیا گیا ہے احصان سے جس کے معنی عفت و پاک دامنی کے ہیں یرمون، رمی سے ہے اس کے اصلی معنے پھینکنے کے ہیں، چونکہ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والے بھی بے جانے بوجھے بات پھینکتے ہیں، اس لئے تہمت لگانے کو رمی سے تعبیر کیا گیا۔

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، اور پھر قانون کے مطابق عدالت میں اس کو ثابت نہیں کر سکتے، تو یہ نالائق اور بداخلاق ہیں، ان کے لئے حسب ذیل تین سزائیں تجویز کی جاتی ہیں:

(الف) اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔

(ب) عدالت میں ان کی گواہی کسی مقدمہ کے متعلق بھی قبول نہ کی جائے گی۔

(ج) ان کا نام بدمعاشوں کی فہرست میں لکھا جائیگا، اور پولیس ہمیشہ ان کی نگرانی کرے گی۔

یہ لوگ قانون تو تسلیم کرتے ہیں، مگر اس کی پابندی کے لیئے تیار نہیں، البتہ اگر وہ ان حرکات سے باز آجائیں، قوم کو اپنی نیک چلنی کا ثبوت دیں اور آیندہ اس قسم کی شرارتوں سے باز رہنے کا عہد کریں تو ان کا نام اس رجسٹر سے خارج کر دیا جائے گا، اور اللہ کی ذات سے بھی پوری امید ہے کہ وہ اپنے رحم و کرم سے کام لے کر ان کے گناہ بخش دے گا۔

الا الذین تابوا کا استثناء کس سے ہے، کیا تمام گذشتہ آیت سے، یا صرف اولئک هم الفسقون سے، امام مالک، احمد، شافعی اور سعید بن المسیب کی رائے ہے کہ اگر مجرم توبہ کرلے تو اس کی شہادت قبول ہو سکتی ہے اور اس کا نام بھی بدمعاشوں کے رجسٹر سے خارج کر دیا جائے گا، امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیئے مردود الشہادۃ ہی رہے گا، توبہ کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس دفتر میں اس کا نام نہ رہے گا، قاضی شریح، ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، مکحول اور عبدالرحمٰن بن زید بن جابر اسی طرف گئے ہیں، مگر شعبی اور ضحاک یہ فرماتے ہیں کہ جب تک مجرم اس امر کا اعتراف نہ کرلے کہ اس نے بہتان و افترا باندھا ہے اس کی شہادت قبول نہ ہوگی اگرچہ توبہ کرے۔

ہماری رائے میں امام ابو حنیفہ کا مذہب سب سے زیادہ قوی ہے اس لیئے کہ جرم کی اہمیت اور اس کے ہولناک نتائج اس امر کے مقتضی ہیں کہ عدالت سختی کرے

ورنہ اس کا سدباب نہ ہوسکے گا اور ہر شخص آئے دن دوسروں کی عزت وناموس
پر حملہ کرتا رہے گا۔

قانون لعان

(۶) وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن
لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ
أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ
الصَّادِقِينَ ○ (۷) وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ
عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ○ (۸) وَيَدْرَأُ
عَنْهَا الْعَذَابَ أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ
بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ○ (۹) وَالْخَامِسَةَ
أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ
(۱۰) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَ
أَنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ○

اور جو لوگ اپنی بیوں پر زنا کا عیب لگائیں
اور سوائے اپنے آپ کے ان کا کوئی گواہ
نہ ہو، تو ایسے مدعیوں میں سے ہر ایک کا
ثبوت یہی ہے کہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر بیان
کرے کہ وہ سچوں میں ہے اور پانچویں بار یوں کہے
کہ اگر وہ جھوٹوں میں ہے تو اس پر خدا کی لعنت
اور عورت سے یہ بات سزا کو ٹال سکتی ہے کہ وہ چار بار
خدا کی قسم کھا کر بیان کرے کہ یہ شخص سر تا سر جھوٹا ہے اور
پانچویں بار یوں کہے کہ اگر یہ سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب پڑے
اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی اور اللہ بڑا توبہ
قبول کرنے والا اور حکیم ہے۔

—※—

ان آیات کے شان نزول میں تین صحابہ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، ہلال بن امیہ، عویمر العجلانی، اور عاصم بن عدی، بخاری نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ہلال نے اپنی بیوی کی نسبت دربار رسالت میں زنا کی شکایت کی، آپ نے فرمایا گواہ لاؤ ورنہ تمہیں سزا ملے گی، اس نے عرض کیا اس حالت میں کون شخص گواہوں کی تلاش کرے گا مگر آپ نے پھر وہی جواب دیا، یہاں تک کہ یہ آیات نازل ہوئیں، آپ نے ان

کی تلاوت کی اور آپ نے ہلال اور ان کی بیوی کو بلا کر فرمایا، تم میں سے ایک ضرور کاذب ہے، کیا کوئی توبہ کرتا ہے، غرض یہ کہ دونوں نے قانون کے مطابق حلف اُٹھایا۔

جو قانون ان آیات میں بیان کیا گیا ہے، اس کو لعان کہتے ہیں، اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ چار مرتبہ خاوند اللہ کی قسم کھاکر عدالت کے روبرو بیان کرتا ہے کہ جو کچھ میں نے اپنی بی بی کی نسبت کہا ہے وہ بلاشک و شبہ درست ہے، اور اگر جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت

اگر خاوند کی شہادت کے بعد بیوی اپنے جرم کا اعتراف کرلے تو بہتر ورنہ انکار کی صورت میں وہ سزا سے صرف اسی طرح بچ سکتی ہے کہ وہ بھی چار مرتبہ قسم کھاکر یہ بیان دے کہ اس کا خاوند محض افترا پردازی کر رہا ہے، اور اگر وہ اپنے دعوی میں سچّا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب۔

جب خاوند اور بیوی میں یہاں تک نوبت پہنچ گئی تو عدالت اتنا تو ضرور جانتی ہے کہ ایک قطعی طور پر جھوٹا ہے مگر لعان کی وجہ سے وہ کسی کو مجرم نہیں قرار دے سکتی، البتہ لعان ہوتے ہی دونوں کے دونوں ایک دوسرے سے الگ کردیئے جائیں گے، اور عدالت حکماً ان کے تعلقات و روابط کو منقطع کر دے گی

عرب بداخلاقی میں اس درجہ منہمک تھے کہ بظاہر ان کی اصلاح کی کوئی صورت نہ تھی، یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل مخصوص تھا کہ اس نے عرب جیسے وحشی ملک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، اور آپ کو ایسا قانون نوازش فرمایا۔ جس نے قلیل ترین مدت میں تمام جزیرہ نمائے عرب کو ان نقائص و ذمائم سے پاک وصاف کردیا، اور مہذب و شائستہ بنا کر قیصر و کسریٰ سے بھی آگے بڑھا دیا۔



باب ۔ ۲

توطیہ وتمہید۔

اب تک زنا اور اس کے متعلقات کا ذکر تھا، لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ آیندہ اس جرم کا ارتکاب ہی نہ ہونے پائے، اور یہ ممکن نہیں جب تک عورت اور مرد کے اختلاط کو اس درجہ محدود نہ کر دیا جائے کہ ان کے میل جول میں بہت زیادہ کمی آجائے، اور صرف خاص حالات ہی میں ایک دوسرے سے ملاقات کر سکیں، تاکہ آسانی سے کسی کو متہم نہ کیا جا سکے، اس کی بہترین صورت یہی ہو سکتی تھی کہ پردے کے احکام نازل ہوں، مگر عرب کی آزاد منشی اور حُریّت طبع اس کے منافی تھی۔

یہاں پر تدبیر الٰہی اپنا ظہور کرتی ہے، اور ایک ایسا حیرت انگیز والمناک حادثہ رونما ہوتا ہے، جس کی نسبت کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا، ہر شخص اس سے اثر پذیر ہوتا ہے، اور قلوب میں اس کی ضرورت محسوس ہونے لگتی ہے کہ اگر یہی کیفیت رہی، اور ایک دوسرے سے پردہ نہ کیا گیا، تو اس قسم کے افسوسناک واقعات روزانہ ظہور پذیر ہوا کریں گے، اور کوئی شریف سے شریف خاندان بھی اپنی طہارت و پاکیزگی کو محفوظ نہ رکھ سکے گا، اس لیے اب احکام حجاب کی تمہید کے طور پر واقعہ افک بیان کیا جاتا ہے۔

واقعہ کی تفصیل۔

آیندہ دو رکوع میں اس واقعہ پر بحث کی گئی ہے، اور اس کے اسرار و معارف کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آیات کی تفسیر سے قبل اصل واقعہ قارئین کرام کے سامنے آجائے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ سفر کو تشریف لے جاتے تو اپنی بی بیوں میں قرعہ اندازی کرتے، جن کے نام قرعہ نکلتا، اُن کو ہمراہ لے جاتے ہجرت کے پانچویں سال غزوہ بنی مصطلق کے لئے جاتے وقت یہ قرعہ حضرت عائشہ کے نام نکلا، اور وہ آپ کے ساتھ گئیں، واپسی پر جب مدینہ تھوڑی دور رہ گیا، تو ایک جگہ قیام ہوا، حضرت عائشہ قضائے حاجت کے لئے گئی تھیں، وہاں ان کے منکوں کا ہار ٹوٹ کر گر پڑا، جگہ پر واپس آئیں تو ہار کا پتہ لگا، ڈھونڈنے پھر واپس گئیں یہ اس درمیان میں لشکر نے کوچ کر دیا ساربان سمجھا کہ یہ کجاوے میں ہیں، ہند کا ہندا اونٹ پر لادلیا۔

جب یہ اپنا ہار ڈھونڈھ کر واپس آئیں تو لشکر جا چکا تھا، اپنی جگہ پر بیٹھ گئیں کہ کوئی نہ کوئی ضرور تلاش میں آئے گا، لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا ہے، جو لوگوں کی گری پڑی چیزیں اُٹھا لیتا ہے، اتفاق سے وہ صفوان بن معطل تھے، وہ آیا تو دور سے آدمی کی پرچھائیں دیکھ کر آواز دی اور معلوم کیا کہ ام المومنین ہیں، اپنے اونٹ سے اُترا انہیں سوار کرایا، اور مہار لے کر آگے آگے ہولیا، بات تو اتنی ہی تھی مگر منافقوں کو موقع مل گیا، اُنہوں نے بے سروپا باتیں کہنا شروع کر دیں، سب سے زیادہ پیش پیش عبداللہ بن ابی بن سلول تھا، مسلمانوں میں سے حسان بن ثابت، مسطح اور حمنہ بنت حجش بھی اپنی شامت اعمال سے شامل ہوگئیں،

رسول اللہ کو جب اس بہتان وافترا کی اطلاع ملی تو آپ حضرت عائشہ سے کشیدہ رہنے لگے، اُنہوں نے بھی سنا، وہ پہلے ہی سے بیمار تھیں، اس رنج کی وجہ سے اور بھی نڈھال ہوگئیں، انجام کار ان کی برأت و پاک دامنی کا اعلان خود لسان

وحی نے نہایت زور شور سے کیا اور اس طرح یہ ناگوار و رنج دہ واقعہ ختم ہوا۔

نتائج و عبر

(۱۱) إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ
مِنْكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ
خَيْرٌ لَكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا
اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ
مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (۱۲) لَوْلَا
إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ
بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْكٌ مُبِينٌ
(۱۳) لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ
فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّهِ
هُمُ الْكَاذِبُونَ (۱۴) وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ
عَظِيمٌ ۝

جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے، تم ہی میں کا ایک گروہ ہے، اس کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، ان میں سے جس شخص نے گناہ کا جتنا حصہ لیا اس کے لئے اتنا وبال ہے اور جس نے ان میں سے بہتان کا بڑا حصہ لیا ہے، اس کو بڑی سزا ہوگی، جب تم نے یہ سنا تھا، ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے حق میں نیک گماں کیوں نہ کیا، اور سنتے ہی کیوں نہ بول اٹھے کہ یہ صریح بہتان ہے، کیوں نہ اس بیان پر چار گواہ لائے، پھر جب گواہ نہ لا سکے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں، اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں خدا کا فضل نہ ہوتا تو جیسا تم نے ایسی بات کا چرچا کیا تھا اس کی وجہ سے تم پر عذاب نازل ہو گیا ہوتا۔

افک کہتے ہیں جھوٹ اور افترا کو مگر استعمال میں دونوں سے ابلغ اور اشد ہوتا ہے اس کے اصلی معنی ہیں پلٹ دینے کے، چونکہ افترا اور بہتان بھی ایک چیز کی اصلیت سے مقلوب ہوتا ہے، اور بہتان لگانے والے اس کی اصلیت کو پلٹ دیتے ہیں اس لئے اسے افک کہتے ہیں۔

جن لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر بہتان باندھا ہے وہ خود مسلمانوں ہی کا ایک گروہ ہے، اس میں شک نہیں کہ اس کی وجہ سے رسول اللہ اور صحابہ کو سخت اذیت ہوئی، مگر یہ اضطراب و پریشانی موجب مضرت نہیں، بلکہ سراسر خیر و برکت اور خزینہ اسرار و مصالح ہے، اس ایک حادثہ کی وجہ سے تمہیں صحیح قانون کی ضرورت کا احساس ہوگا، تمہارے قلوب میں یہ آرزو پیدا ہوگی کہ کاش کوئی ایسا دستور العمل نازل ہو جس سے آئندہ اس قسم کی باتوں کا کلیتہً انسداد ہو جائے، اس واقعہ کی وجہ سے تم خود آئندہ اپنی تمام ملت اسلام کی خیر و صلاح کا خیال رکھو گے۔

اللہ تعالےٰ نے انجام کار حضرۃ عائشہ کی طہارت نفس کا اعلان کیا، مسلمانوں میں سے جو لوگ اس کی اشاعت کے مرتکب ہوئے اُن کو حد قذف لگائی گئی، مگر عبداللہ بن ابی بن سلول رأس المنافقین جو اس شرارت کا اصل بانی تھا، جھوٹ بول کر صاف بچ گیا، اس لیئے کہ وہ کھلم کھلا یہ بات نہ کہتا تھا، بلکہ چپکے چپکے آگ لگاتا پھرتا تھا، پس اگرچہ وہ عدالت کے مواخذے سے بچ گیا، مگر اُخروی عذاب سے اُس کو کون نجات دلا سکتا ہے، وہاں تو اس کے لیئے عذاب عظیم تیار ہے۔

حسن ظن سے کام لو

جب مسلمانوں نے یہ بات سُنی تھی تو اُنہیں یہ دیکھنا چاہیئے تھا کہ اس کی اشاعت کرنے والا مسلمانوں کا شدید ترین دشمن عبداللہ بن ابی بن سلول ہے اور یہ ناپاک الزام اس ذات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مقدس انسان کی بی بی، اور ابو بکر جیسے متقی شخص کی بیٹی ہے، اور کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا کہ اس واقعہ سے قبل عائشہ اور صفوان کے درمیان ناجائز تعلقات تھے، ظاہر ہے کہ ایک ہی

دفعہ کی ملاقات میں یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا، اس کے لیئے بہت سے تمہیدی واقعات

کی ضرورت ہے۔

تم دیکھ رہے تھے کہ ایک بد اخلاق انسان نے اس قصہ کو مشہور کیا ہے، تم ایک دوسرے کے حالات سے واقف تھے، تمہیں معلوم تھا کہ ایک شریف خاندان کی لڑکی کس طرح اس جرم کا ارتکاب کر سکتی ہے، تمہیں آپس میں حُسنِ ظن سے کام لینا چاہیئے تھا، سنتے ہی فوراً کہدیتے کہ یہ بہتان عظیم ہے، اور ایسا ہونا غیر ممکن، اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگوں کو اپنی عزت قومی کا بھی کوئی احساس نہیں۔

قانون کی طرف رجوع

تعجب ہے کہ تم سے ایسی غلطی کیوں ہوئی، تمہارے پاس پہلے سے ایک قانون موجود تھا کہ جو شخص کسی پر زنا کا الزام لگائے، اُس کے ثبوت میں چار گواہ پیش کرے: والتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعہ منکم (۴: ۱۹) جب تم نے اس خبر کو سنا تھا، تو تم میں سے ہر ایک کا یہ فرض تھا کہ ملزم سے اس امر کا مطالبہ کرتا کہ وہ اس کو عدالت میں باقاعدہ ثابت کرے، نظام قایم ہو چکا تھا، تمہارے لیئے یہ کافی تھا کہ اس کی طرف رجوع کرتے، اور اس سے چار عینی گواہ طلب کرتے، پھر جو شخص اس الزام کے ثبوت میں گواہ نہیں لا سکتا اور اس کے باوجود تشہیر کرتا ہے، وہ جھوٹا ہے اور جھوٹوں ہی کی یہ عادت ہوتی ہے کہ بے سر و پا باتیں اُڑائیں۔

تم نے دو شریف ترین خاندانوں کو ذلیل کیا، یہ ایسا الم انگیز حادثہ تھا، کہ اس کی وجہ سے ضرور تم پر عذاب نازل ہوتا، مگر اللہ کے عفو و کرم نے تمہارا ساتھ دیا، اس نے اس رنج دہ واقعہ کو مثمر نتائج و برکات بنا دیا، اور اس کی وجہ سے تمہیں بہترین قانون

نوازش فرمایا جو آئندہ ان تمام مفاسد کا سد باب کر دے گا۔

ہذا بہتان عظیم

(۱۵) اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ
بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ
هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ (۱۶) وَلَوْلَآ
اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ
بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝
(۱۷) يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ (۱۸) وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

لگے تم اپنی زبانوں سے اُسکی نقل در نقل کرنے اور اپنے منہوں سے ایسی بات کرنے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم نے اسکو ہلکی بات سمجھا، حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری بات تھی، اور جب تم نے اسے سُنا تو کیوں نہ بول اُٹھے کہ ہمیں ایسی بات کہنا زیبا نہیں، تو پاک ہے، یہ تو بڑا بہتان ہے، اللہ تمکو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو پھر کبھی ایسا نہ کرنا، اور اللہ تم سے کھول کھول کر احکام بیان کرتا ہے، اور اللہ واقف حکمت والا ہے،

تم نے اس بات کو معمولی خیال کر کے **تشہیر کی**، اور یہ نہ دیکھا کہ اس کے نتائج کس قدر خطرناک ہوں گے، اس لیے فرمایا: ولا تقف ما لیس لک به علم، ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنه مسئولا (۱۷: ۳۵) اور جس بات کا تجھ کو علم نہیں اس کے پیچھے نہ ہو لیا کر، کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے پوچھ گچھ ہونے والی ہے انسان کی یہ عادت ہے کہ وہ ایک چیز کو حقیر خیال کرتا ہے، اور آگے چل کر وہی سخت نقصان رساں ثابت ہوتی ہے۔

جس وقت تم نے یہ بات سنی تھی تو فوراً کہہ دیتے کہ رسول جیسے مزکی اور پاک انسان کی بیوی، اور یہ الزام، ہماری زبان میں اتنی طاقت نہیں کہ اسے کہے، یہ بالکل

غلط اور صریح بہتان ہے، ایک مسلم کی شان سے یہ بعید بات ہے کہ ایسی بے بنیاد خبروں کو اڑاتا پھرے، بلکہ اس کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ جب کبھی اس قسم کا کوئی واقعہ ہو تو اعلان کیے بغیر اس کو حکومت کے پاس لے جائے، اور پولیس کو اطلاع دے کہ صدق و کذب واضح ہو جائے: ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (۴۹: ۶)

خیر جو ہونا تھا وہ ہو گیا، مگر آیندہ ایسا نہ کرنا، اللہ تعالےٰ اپنے احکام خوب کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ سمجھ جاؤ اس قسم کے واقعات سے جو افسوس ناک نتائج پیدا ہوں گے، اللہ انہیں خوب جانتا ہے اسی قسم کے مصالح کی بنا پر یہ احکام نوازش کیئے گئے ہیں۔

مخالفین کی اصلی غرض

(۱۹) اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (۲۰) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ وَاَنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○	جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بے حیائی ان لوگوں میں پھیلے جو ایمان لائے ہیں تو ان کے لیئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے، اور اگر اللہ کا فضل اور اس کا کرم تم پر نہ ہوتا اور اللہ مہربان رحم کرنے والا ہے۔

بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ قانون کی ضرورت محسوس کرنے کے باوجود بھی اس سے نفرت کرتے ہیں، اور ان کی کوشش یہ رہتی ہے کہ مسلمان بھی کسی قانون کے پابند نہ رہیں، ان کی تمام زندگی بے ضابطہ ہو جائے اور ان میں بھی فواحش و منہیات کی اشاعت ہو، مگر وہ یاد رکھیں کہ قانون کی پابند جماعت بہت جلد ان کو تباہ و برباد کر دے گی، اور یہ بد اخلاق مرنے کے بعد عذاب الیم کے مستحق ہوں گے، اے فرزندان اسلام

تمہیں معلوم نہیں، مگر اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں بداخلاقی پیدا ہو جاتی تو تم کہاں سے کہاں پہنچ جاتے۔

یہ خدا کا فضل و احسان ہے کہ اُس نے تمہیں ایسی مفید و نتیجہ خیز باتیں بتا دیں، اور اُس کی رحمت تو بہت وسیع ہے۔

ولکن اللہ یزکی من یشاء

(۲۱) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ فَاِنَّهٗ یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰكِنَّ اللّٰهَ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

مسلمانو! شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو، اور جو شیطان کے قدم بہ قدم چلے گا تو شیطان بے حیائی اور برے ہی کام کو کہے گا، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُس کا کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

ایک بے حیائی اور بدخلقی کو لیکر اس پر مفصل بحث کی، اس کے لئے ایک ضابطہ اور قانون نوازش کیا، اس کے بعد اس کے اسرار و مصالح پر روشنی ڈالی، اب آئندہ کے لیئے مسلمانوں کو یہ قاعدہ کلیہ بتا دیا جاتا ہے کہ وہ کبھی شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کریں، اس لیئے کہ وہ ہمیشہ انسانوں کو بے حیائی اور بے ضابطگی کی تعلیم دیتا ہے، زنا کے قانون کی پابندی خود بخود اس عمل قبیح کو بند کر دے گی۔

اس میں شک نہیں کہ تمہاری بے حیائی اور بداخلاقی یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ تم میں سے کوئی شخص کبھی پاک دامن اور بااخلاق نہ رہ سکتا تھا، یہ خدا کا لطف وکرم ہے کہ اُس نے تمہیں ایسا اعلیٰ ترین قانون دیا، جس سے ہمیشہ کے لیئے اخلاق

محفوظ رہیں گے بیشک وہ جس شخص اور قوم کو پاک باز بنانا چاہتا ہے اُس کے لیئے ہرقسم کے وسائل فراہم کردیتا ہے اس لیئے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

قانون سے تجاوز

مسطح حضرت ابوبکر کے خالہ زاد بھائی تھے، ہجرت کرکے مدینہ میں آباد ہوگئے تھے، اور غزوۂ بدر کی شرکت سے بھی سرفراز ہوئے تھے، مگر تھے بڑے مفلس، وہی ان کے تمام مصارف ادا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے میں یہ بھی شریک تھے، حضرت ابوبکر کو یہ بات معلوم ہوئی، تو انہیں سخت رنج ہوا، اور غصہ میں آکر ان کی امداد سے ہاتھ روک لیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲۲) وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ○	اور جو لوگ تم میں صاحب فضل و وسعت ہیں، وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دینگے، اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگذر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ خدا تم کو بخش دے، اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔

غور کیجے کہ ایک شخص رسول اللہ کی عزیز ترین بیوی پر الزام لگاتا ہے، صدیق اکبر کی صاحبزادی کو ملزم قرار دیتا ہے، ظاہر ہے کہ دونوں کو کس قدر صدمہ ہوگا، مگر اللہ کا حکم ان باتوں سے کہیں زیادہ لائق اعتناء و قابل احترام ہے، رسول اللہ کو الہام ہوتا ہے۔ ابوبکر کو اس کی اطلاع کردی جاتی ہے اور وہ تمام عمر کے لیئے ان کے مصارف

کے کفیل ہو جاتے ہیں۔

قذف کی جو سزا تھی، وہ مسطح کو مل چکی تھی، مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس قانونی سزا کے علاوہ اپنے طور پر بھی ان کو کچھ سزا دینا چاہتے تھے، اسی لیئے اُن کی امداد بند کر دی، جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہ تھا کہ قرآن کی سزا کو ابوبکر نے کافی خیال نہ کیا جو دوسری سزا کی ان کو ضرورت محسوس ہوئی، اس کا نتیجہ آگے چل کر یہ نکلتا کہ اصل قانون بتدریج محو و باطل ہو جاتا، اور اس کی کوئی قدر و قیمت لوگوں کے دلوں میں نہ رہتی، اس غلط کاری کو روکنے کے لیئے حکم ہوا کہ جو سزا مل چکی وہ کافی ہے، اب تم عفو و درگذر سے کام لو، ان کی غلط کاریوں کو نظر انداز کر دو ان کی امداد سے ہاتھ نہ روکو اور ان کو علمی مجالس میں آنے دو تاکہ اصلی قانون کی عزت باقی رہے۔

پاک دامنی کا اعلان

(۲۳) إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (۲۴) يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ (۲۵) يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ ○ (۲۶) الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ ج

جو لوگ پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے، اور ان کے لیئے بڑا عذاب ہے، جس روز ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے، جو وہ کرتے تھے، اُس دن اللہ ان کو پورا پورا واجب بدلہ دے دے گا، اور وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی حق کھول کر بیان کرنے والا ہے، گندی عورتیں گندے مردوں کے لیئے ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۞ ۲۶

عورتوں کے لیئے، اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیئے، اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیئے، بہتان باندھنے والے جو بکتے پھرتے ہیں یہ اُن کی تہمتوں سے بری ہیں، ان کے لیئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، وہ دنیا اور آخرت میں ملعون ہوں گے، دنیا میں جو قانون دیا گیا ہے، اسکی غرض یہ ہے کہ انسان شریفانہ زندگی بسر کر سکے، اعمال کی مکمل ترین جزا تو مرنے کے بعد ہی ملے گی، اس لیئے قیامت کے روز ان بدبختوں سے اچھی طرح بازپرس ہوگی، اور انہیں شدید ترین عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، بخاری میں آتا ہے کہ ان سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو: الشرک باللہ، والسحر، وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق، واکل الربا، واکل مال الیتیم، والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات الغفلات المومنات، شرک، جادو، قتل بے گناہ، سود، یتیم کا مال، جنگ سے فرار، اُن ایمان دار عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا جن کے دل میں بھی ان ناپاک خیالات کا گذر نہ ہو۔

اس آیت میں جو المحصنات الغفلات المومنات کے الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں، اگرچہ ان کے معنی عام ہیں مگر اس طرف بھی اشارہ کرنا مقصود ہے کہ حضرت عائشہ نہایت ہی عفیفہ طاہرہ تھیں، وہ اس الزام سے بالکل بری ہیں، ان کے دل میں بھی اس کا وہم نہ گذرا تھا۔

قاعدہ کلیّہ

خاوند اور بیوی کو اگر اپنے تعلقات و روابط باہمی پر پورا اعتماد ہے، تو ان کا فیصلہ یقیناً زیادہ قابلِ وثوق ہوگا، اس کو کسی حالت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، اور کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ ان کے معاملات میں خواہ مخواہ دخل دے کر اپنی خیر خواہی کا اظہار کرے۔

دنیا کا عام دستور یہی ہے کہ فاحشہ عورتیں شریف مردوں کے ساتھ کبھی زندگی بسر نہیں کر سکتیں، بلکہ ان کی محبت و الفت ہمیشہ خبیث اور گندے مردوں ہی کے ساتھ ہوتی ہے یہی حال مردوں کا ہے، شریف مرد و عورت کا نباہ تو آپس میں ہو سکتا ہے، مگر یہ غیر ممکن ہے کہ ایک شریف انسان کے گھر میں ایک فاحشہ عورت رہ سکے، یا بداخلاق کے گھر میں شریف عورت۔

تم سب اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی شخص بھی صاحب ورع و تقویٰ نہیں، انہیں ان کی طہارت و پاکیزگی پر پورا اعتماد ہے، پھر یہ کس قدر حماقت و نادانی ہے کہ اس کی بیوی پر تم زنا کا الزام لگاتے ہو، حالانکہ آپ خود اس امر کا اعلان کر چکے ہیں کہ مجھے اپنی بیوی پر پورا اعتماد ہے، اب کسی دوسرے کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ اس معاملہ میں لب کشائی کرے۔

یاد رکھو کہ بداخلاقوں اور بے حیاؤں کی سوسائٹی ہی الگ ہے، رسول اللہ، آپ کے ازواج مطہرات، اور صفوان بن معطل، ان باتوں سے بالکل پاک و بری ہیں، آیندہ کے لیے ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ان سے کوئی لغزش ہوگی، تو ہم ان سے

درگذر کریں گے، اور اُن کو نہایت ہی عزت وکرامت کے ساتھ رزق نوازش کریں گے،

ابن عباس کی رائے ہے کہ الخبیثات سے مراد بری باتیں ہیں اور الطیبات سے

اچھی باتیں، مجاہد، عطا، سعید بن جبیر، شعبی، حسن بصری، حبیب بن ابی ثابت، اور ضحاک

کی یہی رائے ہے، اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا

کہ ایسی بیہودہ باتیں وہی لوگ کہا کرتے ہیں جو خود بد اخلاق اور خبیث ہوں، اور جو متقی و پرہیزگار

ہوں اُن کے دلوں میں ہمیشہ جذبات صادقہ اور افکار صالحہ پیدا ہوتے ہیں، بہر صورت

اہل بیت ان تمام بیہودہ باتوں سے پاک ہیں۔

مبادیات و نتائج۔

یہاں تک واقعۂ افک ختم ہوگیا، آیت ۲۶ میں حضرت عائشہ کی برأت

و پاک دامنی کا اعلان کیا گیا ہے، یہی آیت پردے کے احکام کے لیئے توطیہ و تمہید

کا کام دیتی ہے، اور یہ انسانی زندگی کے اصول و مبادیات میں سے ہے جس کو

تسلیم کر لینے کے بعد ہم حسب ذیل نتائج پر پہونچتے ہیں۔

(الف) خاوند اور بیوی میں ایک دوسرے پر کامل اعتماد پیدا ہوگا، اور اختلاط و ارتباط

بڑھے گا جو ازدواج کے مثمر کرنے کے لیئے ضروری و لازمی ہے

(ب) ان کا تمام وقت بیرونی دنیا کے لیئے پر اسرار ہے اور ہونا چاہیئے۔

(ج) اس لیئے کسی شخص کو ان کے تعلقات و روابط میں مداخلت کا حق نہیں پہنچتا،

ضرورت اس امر کی ہے کہ ادنی ترین مداخلت کو بھی روکا جائے، اس لیئے باہمی

روابط کو صاف اور غیر مخدوش رکھنے کے لیئے ان قوانین کا نفاذ ضروری ہے،

جو اگلی آیات میں آتے ہیں۔

(د) اس آیت سے زنا کے پیشہ کی جڑ کٹ جاتی ہے، جس کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ زنا کی صورت میں لوگ عموماً عورت کے ساتھ ناانصافی کرتے ہیں، اور مرد سے کوئی بازپرس نہیں ہوتی، افسوس کہ یہی مرض اب پھر بتدریج مسلمانوں میں بڑھتا جارہا ہے

گھر کا پردہ

واقعۂ افک نے عرب کی آنکھیں کھول دیں، وہ سمجھ گئے کہ پردے کے بغیر ان خرابیوں کا سدباب غیر ممکن ہے جب یہ آرزو ان کے قلوب میں اچھی طرح جاگیر ہو گئی تو فوراً بعد اس قانون کی ضروری تفصیل نازل ہوئی تاکہ مرد و عورت کے باہمی اختلاط میں بہت زیادہ کمی آجائے، مگر اس پردے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا، اور ہر ایک کے لیئے الگ الگ دستور العمل نوازش کیا، سب سے پہلے گھر کے پردے کی تفصیل بیان کی:

(۲۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا
غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا
عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ ○ (۲۸) فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا
فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى
يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا
هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِيْمٌ ○ (۲۹) لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ

مسلمانو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیئے اور اُن کو سلام کیئے بغیر داخل نہ ہوا کرو، یہ تمہارے لیئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو، پھر اگر تم گھر میں کسی کو نہ پاؤ تو جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو، اور اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیئے زیادہ پاکیزہ ہے، اور جو تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے

تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم غیر آباد گھروں میں داخل
لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا ہو جاؤ جن میں تمہارا سامان ہے، اور اللہ جانتا ہے
تَكْتُمُوْنَ ○ جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو،

دوسروں کے گھروں میں ناگہانی طور پر جانے سے فسادات پیدا ہونے کا اندیشہ ہے علیحدگی اور خلوت ہر شخص کا حق ہے، دوسرا اس میں دخل دینے کا مجاز نہیں، پھر انسان ہر وقت ایک ہی حالت میں نہیں ہوتا، بعض اوقات وہ یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا آدمی اس کو دیکھے گھر میں عورتیں ہوتی ہیں نہیں معلوم وہ اس وقت کس حالت میں ہوں، اس لیئے شریعت نے ان تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر حسب ذیل احکام دیئے ہیں:

(۱) کسی کے گھر میں سلام واجازت کے بغیر داخل ہونا منع ہے۔

(۲) اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو اندر مت جاؤ۔

(۳) اگر اندر سے اطلاع آئے کہ وہ آپ سے ملاقات کرنے کو تیار نہیں تو آپ فوراً لوٹ جائیں، اور کسی قسم کا اصرار نہ کریں،

(۴) غیر آباد گھر میں داخل ہونے کے لیئے کسی اجازت کی ضرورت نہیں، مگر اتنا یاد رہے کہ اس کا یہ مطلب نہ ہو کہ بظاہر لوگوں کے سامنے تو غیر آباد مکان میں جاؤ اور وہاں سے دوسرے مکان میں کود جاؤ، اللہ پر تمہاری فریب کاری نہیں چل سکتی، وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور ظاہر و باطن اس کے لیئے یکساں ہے۔

اگر آپ اس قانون کی ہر شق پر غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ اخلاق کی پاکیزگی اور نفس کی طہارت کے لیئے یہ بہترین قانون ہے، اور آج اگرچہ مسلمانوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے مگر یورپ اس پر عمل کر رہا ہے، ملاقات کے لیئے کارڈ بھیج دینا یا پہلے سے ملنے کا وقت معین کر لینا

قرآن کی تعلیم کے مطابق اور اسکا بہترین طریق تعبیر ہے۔

اجازت لے کر داخل ہونا دونوں کے لئے مفید ہے، جن لوگوں سے تمہیں ملنے کی خواہش ہے، وہ تم سے ملنے کے لئے تیار ہو جائیں گے، اپنی حالت درست کرلیں گے، اور یکایک کسی کے گھر میں گھس آنے سے جو غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے اُس کا سدِّ باب ہو جائے گا یہ قانون نہایت ہی مفید اور نتیجہ خیز ہے، اس کی پابندی سے بد اخلاقی کے تمام منافذ بند ہو جائیں گے، اور تمہیں اس امر کا اطمینان ہو جائے گا کہ میرے گھر میں کوئی شخص میری اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکتا، پھر تم علم و مال کے حصول اور اشاعت اسلام کے لئے دور و دراز کا سفر اختیار کر سکو گے، اور اس طرح تمہارے سامنے ترقی کی صدہا راہیں کھل جائیں گی۔

بخاری میں ہے: لوان امرا اطلع علیك بغیر اذن فخذفتہا بحصاۃ ففقأت عینہ ماکان علیك من جناح۔ اگر کوئی شخص بغیر اطلاع کے تمہارے مکان میں جھانکے، اور تم اُسے کنکری مارو، جس سے اُس کی آنکھ پھوٹ جائے، تو تم سے کچھ مواخذہ نہ ہوگا، جابر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اندر داخل ہونے کے لئے دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے پوچھا کون، میں نے جواب دیا میں ہوں، آپ نے فرمایا میں میں کیا، گویا آپ نام کی تصریح چاہتے تھے، عبداللہ بن مسعود تو یہاں تک فرماتے ہیں: علیکم ان تستاذنوا علی امہاتکم واخواتکم' اپنی ماؤں اور بہنوں کے پاس بھی اجازت لیکر جاؤ۔

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ملاقات کے لئے حضرت عمر کے پاس گئے، تین مرتبہ سلام کیا، جواب نہ ملا تو لوٹ آئے، کچھ دیر بعد حضرت عمر نے

حاضرین سے کہا کہ غالباً میں نے عبداللہ بن قیس کی آواز سنی ہے، انہیں اندر بلا لیجئے، مگر وہ جا چکے تھے، واپس آئے تو آپ نے اس کا سبب پوچھا، اُنہوں نے جواب دیا کہ حدیث میں آتا ہے: اذا استاذن احدکم ثلاثاً فلم یوذن له فلینصرف، فاروق نے کہا، اس حدیث پر گواہ لاؤ، ابو سعید خدری نے اس کی تصدیق کی تو آپ نے فرمایا۔ الھانی عنه الصفق بالاسواق، بازار کے شور و غوغا نے مجھے ان کی طرف سے غافل کر دیا تھا۔

یہ کس قدر اچھا اصول ہے کہ اگر آپ کو فرصت نہیں، تو آنے والے سے کہہ دیجئے کہ آپ پھر آئیں، اس وقت نہیں مل سکتا، آج کل یہ کیفیت ہے کہ اگر آپ کے پاس ایک شخص ملنے کو آئے، اور ان سے ملاقات کرنے کو آپ انکار کر دیں، تو وہ تمام عمر کے لیئے آپ سے ناراض ہو جائے گا، حالانکہ قتادہ نے بعض مہاجرین کا یہ قول نقل کیا ہے: لقد طلبت عمری کله هذه الاٰیة فما ادرکتها ان استاذن علی بعض اخوانی فیقول لی ارجع فارجع وانا مغتبط، میں تمام عمر اس امر کی تلاش میں رہا کہ کبھی دوست کے مکان پر جا کر اندر جانے کی اجازت طلب کروں، اور وہ مجھے یہ جواب دیں کہ اس وقت نہیں، میں واپس ہو جاؤں گا، اور بڑا ہی خوش ہوں گا کہ اس آیت پر عمل کرنے کی سعادت نصیب ہو گئی، اس سے بھی زیادہ بہترین صورت یہ ہے کہ جانے سے پیشتر ملاقات کے لیئے وقت مقرر کر لیجئے، پھر کوئی غلط فہمی نہ پیدا ہو سکے گی۔

گھر کے باہر کا قانون

یہاں تک گھر کے اندر کا ضروری پردہ بیان کیا گیا، اب بتایا جاتا ہے کہ اگر عورت اور مرد کی ملاقات بازار میں ہو جائے، عیدگاہ یا مجلس علمی میں اُن کو شرکت کا موقع ملے یا میدان جنگ میں ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں تو دونوں میں سے ہر ایک کو کس قدر پردے

کی ضرورت ہوگی ۔

(۳۰) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ (۳۱) وَ
قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ
وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ
بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ
زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ
اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ
بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ
اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ
مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا
عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ
لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا
اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ○

مسلمانوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں،
اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اس میں ان کی
زیادہ صفائی ہے، لوگ جو کچھ بھی کیا کرتے ہیں اللہ
کو خبر ہے، مسلمان عورتوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی
رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت
کو ظاہر نہ ہونے دیں مگر جو اسمیں عادۃً کھلا رہتا ہے
اور چاہیے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا
کریں، اور اپنی زینت کے مقامات کو کسی پر ظاہر نہ ہونے
دیں، مگر اپنے شوہروں پر، یا اپنے باپ پر، یا اپنے خاوند پر، یا
اپنے بیٹوں پر، یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر، یا اپنے بھائیوں پر
یا اپنے بھتیجوں پر، یا اپنے بھانجوں پر، یا اپنی
عورتوں پر، یا اُن پر جن کے داہنے ہاتھ ان کے
مالک ہیں، یا مردوں میں سے ایسے خادموں
پر جو نکاح کی حاجت نہیں رکھتے، یا لڑکوں
پر جو عورتوں کے پردے سے آگاہ نہیں اور چلنے میں
پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ جو کچھ وہ اپنی زینت چھپائے
ہوئے ہیں معلوم ہو جائے۔ اور مسلمانو! تم سب اللہ کی جناب میں
توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

غض البصر کے معنی ہیں آنکھ جھکائے رکھنے کے، زینت کے معنی نہ صرف ظاہری آراستگی کے ہیں، بلکہ محاسن خلقیہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، الا ما ظہر منہا، وہ مواضع جن کو آدمی ظاہر کرنے پر مجبور ہے، اور جن کے بغیر کام ہی نہیں چل سکتا، عورت کے لیئے چہرا اور دونوں ہاتھ، اور مرد کے لئے چہرا، ہاتھ اور پاؤں، اسی بنا پر یہ اعضا عورت میں داخل نہیں ہیں، ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن، ضرب، یعنی ڈالنا خمر جمع ہے خمار کی، اوڑھنی کو کہتے ہیں، جیوب جمع ہے جیب کی، گریبان معنی ہے، مگر اس جگہ مراد سینہ اور گردن ہے کہ یہی مواضع زینت ہیں، او التابعین غیر اولی الاربة، تابعین وہ لوگ جو صرف پیٹ پالنے کے لیئے گھروں میں پڑے رہتے ہیں، اور انہیں عورتوں کی حاجت نہیں ہوتی، اربة، حاجت حرص اور شہوت یعنی عورت کی حاجت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں مسجدوں میں آکر نماز پڑھتی، جلسوں میں حصہ لیتی، اور جنگ میں شریک ہوتی تھیں، یہاں پر خواہ مخواہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط باہمی ہوتا ہے، اس لیئے گھر کے باہر جس قدر پردہ ضروری ہے اسکی تفصیل ان آیات میں کردی۔

زنا بڑی چیز ہے، جس کی ابتدا حقیر ترین باتوں سے ہوتی ہے، اگر انسان زنا کے مبادیات سے بچنے کی کوشش کرے، تو امید ہے وہ اس گناہ عظیم سے بھی محفوظ رہے گا، اس لیئے مردوں کو حکم دیا گیا کہ جب وہ جلسوں میں شریک ہوں، یا بازار میں سے گذریں، تو اپنی نظر نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، انہیں اس کا خیال چاہیئے کہ ان کی بھی ماں اور بہن ہے، اگر وہ دوسروں کی ماں اور بہن کو نظر بد سے دیکھے گا، تو وہی سلوک اس کی ماں اور بہن کے ساتھ دوسرے کریں گے، تم اپنی

شہوات کی نگرانی کرو، اخلاق واعمال میں شائستگی پیدا کرو، اور بہترین تدبیر اس کے لیئے وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے اور اس کے ہر گوشہ کو واضح کر دیا ہے، مسلم میں ہے کہ جریر بن عبد اللہ البجلی نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر یکایک کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو کیا کروں، تو آپ نے فرمایا اپنی نظر کو دوسری طرف کر لو، حضرت علیؓ سے آپ نے فرمایا: لا تتبع النظرة النظرة فان لک الاولی ولیس لک الاخرة، (ابو داؤد) ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد دوسری مرتبہ نظر اسکی طرف مت کرو، اس لیئے کہ ابتدا میں یکایک نظر پڑ گئی، لیکن اب تمہیں دیکھنے کا کوئی حق نہیں، بخاری میں آتا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ صحابہ کو راستوں پر بیٹھنے سے روکا انھوں نے عرض کیا کہ اور کوئی چارہ کار ہمارے لیئے نہیں ہے: آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو راستوں کے حقوق کا خیال رکھو، لوگوں نے ان کے حقوق پوچھے تو آپ نے فرمایا: غض البصر، وکف الاذی، ورد السلام، والامر بالمعروف، والنھی عن المنکر، نظر کو نیچے رکھنا، اذیت سے بچنا، سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا، ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرے سامنے اس بات کا ذمہ لے کہ وہ اپنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کرے گا تو میں اُس کے لیئے جنّت کا ذمہ دار ہوں۔

شرم گاہ کے علاوہ اور بھی دروازے ہیں، جہاں سے شیطان داخل ہو کر ایک شخص کو برائی پر آمادہ کر سکتا ہے، ضرورت ہے کہ ان کی بھی حفاظت کی جائے، بخاری میں ہے: کتب علی ابن ادم حظه من الزنا، ادرک ذالک لا محالة فزنا العینین

النظر، وزنا اللسان النطق، وزنا الاذنین الاستماع وزنا الیدین البطش

وزنا الرجلین الخطیٰ والنفس تمنی وتشتہی والفرج یصدق ذلک ویکذب بہ، ہر ایک شخص ضرور زنا سے کچھ نہ کچھ حصہ لیتا ہے، آنکھ کا زنا شہوت کے ساتھ دیکھنا، زبان کا کہنا، کانوں کا سُننا، ہاتھوں کا پکڑنا، پاؤں کا چلنا، نفس کی خواہش و آرزو ہے اور انجام کار شرم گاہ یا تو تصدیق کردیتی ہے یا تکذیب۔

لیکن باوجود اِسکے شریعت نے اس امر کی اجازت دی ہے کہ نکاح کی خاطر لڑکی کو دیکھنا جائز بلکہ اولیٰ و انسب ہے، ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک صحابی نے کسی انصاری عورت سے نکاح کا ارادہ کیا، رسول اللہ نے فرمایا: انظر الیھا فان فی اعین الانصار شیئاً، اس کو دیکھ لو کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھیں کچھ خراب ہوتی ہیں، (مسلم) ایک حدیث میں یوں آتا ہے: اذا خطب احدکم المرأۃ فلا جناح علیہ ان ینظر الیھا اذا کان ینظر الیھا للخطبۃ، اگر تم کسی عورت کو نکاح کا پیغام دو تو اسے دیکھ لینے میں کوئی گناہ نہیں، مگر یہ دیکھنا صرف پیغام ہی کی غرض سے ہو، اور کوئی خیال نہ ہو، مغیرہ بن شعبہ ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتے تھے، آپ نے پوچھا اس کو دیکھ بھی لیا اُنہوں نے جواب دیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا فانظر فانہ احری ان یدوم بینکما، ضرور دیکھ لو، اس لئے کہ اس کی وجہ سے تم دونوں میں پائدار محبت قائم ہو جائے گی۔

عورتوں کے لئے

یہاں تک مردوں کو ضروری احکام بتا دئیے گئے اب ان امور کی تفصیل آتی ہے جن کی پابندی عورتوں کو کرنی ہو گی، عورتیں جب گھروں سے باہر نکلیں اور مرد

سامنے آجائیں تو یہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، چہرے اور ہاتھ کے سوا جسم کا کوئی حصہ اور اس کی زینت ظاہر نہ ہونے دیں، اور اپنے سینوں پر چادر ڈال لیں۔

الا ما ظہر منہا سے یہی مراد ہے جو ہم نے اوپر بیان کی کہ منہ اور ہاتھ کھلے رہیں، ابن عباس کا یہی مذہب ہے، ابن عمر، عطار، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابو الشعثار، ضحاک اور ابراہیم نخعی اسی طرف گئے ہیں۔

آج یورپ تہذیب و شائستگی کے اوج کمال پر پہنچا ہوا ہے، مگر تمہیں یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس میں تمام وہ بری عادتیں رواج پا رہی ہیں، جو زمانہ جاہلیت میں عرب اقوام کا شعار تھیں، اس وقت عورتوں میں دستور یہ تھا کہ وہ گردن، کندھے، اور سینہ کے بعض حصوں کو اظہار حسن و جمال کے لئے کھلا چھوڑ دیتی تھیں، بعض عورتیں اپنی چھاتی کو کپڑے وغیرہ سے ابھار رکھتی تھیں کہ اس پر لوگوں کی نظر پڑے اس وقت یورپ میں یہی ہو رہا ہے، وہاں کی عورتیں اپنے حسن کی نمائش کر کے فخر کرتی ہیں ، اور فتنہ کا دروازہ کھول دیتی ہیں، وہ اگر دوپٹہ بھی اوڑھتی ہیں تو اس طرح کہ وہ بالکل پیچھے کو رہتا ہے، اور ان کا حسن و جمال پورے طور پر کھلا رہتا ہے۔

قرآن نے جاہلیت کی ان تمام باتوں کو مٹا دیا، اور فرمایا کہ جب عورتیں گھروں سے باہر نکلیں تو اوڑھنی کو اس طرح اوڑھیں کہ گردن، کان اور سینہ کے تمام محاسن ڈھک جائیں، وہ اگر اپنی زینت ظاہر کر سکتی ہیں تو صرف ان لوگوں پر جن کی نسبت انہیں خیال ہو کہ ان کے جذبات شہوت برانگیختہ نہ ہوں گے، مثلاً اپنے قریبی رشتہ دار، یا میل جول والی عورتیں، موجودہ زمانہ میں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ بعض خبیث عورتوں سے

بھی پردہ کیا جائے لا تباشر المراۃ المراۃ تنعتہا لزوجہا کانہ ینظر الیہا (بخاری) حالات اس امر کے مقتضی ہیں کہ عیسائی اور ہندو عورتوں سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے۔

اندھے کو دیکھنا بھی منع ہے، ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں اور میمونہ آپ کے پاس تھیں کہ ابن ام مکتوم آگئے، آپ نے ان سے پردہ کرنے کو کہا، میں نے کہا الیس ھو اعمی لا یبصرنا، وہ اندھا ہے ہمیں کیا دیکھے گا، آپ نے فرمایا: افعمیاوان انتما الستما تبصرانہ تم تو اندھی نہیں ہو، تم تو اس کو دیکھ رہی ہو، بلکہ کسی شخص کو یہ بھی مناسب نہیں کہ گھر میں اکیلا ننگے بدن بیٹھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایاکم والتعری فان منکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اھلہ ننگے بیٹھنے سے پرہیز کرو، اس لئے کہ تمہارے ساتھ جو فرشتے ہیں وہ صرف دو مرتبہ تم سے الگ ہوتے ہیں، ایک قضائے حاجت کے وقت اور جب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔

عورت جب بازار میں سے گذر رہی ہو تو اس طرح زمین پر پاؤں مار کر نہ چلے کہ لوگوں کو اسکی طرف توجہ ہو، اس کی زینت ظاہر ہو اور اس طرح گذرنے والوں کے جذبات شہوت کو برانگیختہ کرے، اسی لیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر عورت کو باہر نکلنے سے منع کیا ہے، اور اسی طرح مسجد میں بھی اس کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہے، ترمذی میں ہے: کل عین زانیۃ والمرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا کذا یعنی زانیۃ ہر آنکھ زنا کرتی ہے ایک عورت اگر عطر لگا کر مجلس کے پاس سے گذرتی ہے تو وہ بھی زانیہ ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان عورتوں کو اپنے اخلاق پر پورا اعتماد تھا، غلام گھروں میں آتے جاتے تھے، اور ان سے کوئی پردہ نہ ہوتا تھا، جب رسول اللہ نے ہندہ سے یہ عہد لینا چاہا کہ وہ زنا سے پرہیز کرے گی، تو اس نے فوراً کہا ھل تزنی حرۃ کیا ایک شریف عورت

بھی زنا کر سکتی ہے، مگر بعد کو جب مسلمانوں پر ادبار چھا گیا، اور ان کی قوت حفظ و صیانت اس درجہ کی نہ رہی تو فقہائے اسلام نے غلاموں کا گھروں میں داخلہ بند کر دیا، بلکہ حضرت عمر کے زمانہ ہی میں اس ضرورت کو بہت سختی سے محسوس کیا گیا، اور انہوں نے یہاں تک احکام نافذ کر دیئے کہ جب مسلمان عورتیں حمام میں داخل ہوں تو اہل کتاب کی عورتوں کو وہاں جانے سے روک دیا جائے۔

انتباہ

یہ وہ پردہ ہے جس کی اسلام اجازت دیتا ہے، مگر اب تم اس پردہ کو بھی دیکھو، جو ہندوستان کے اسلامی گھرانوں میں رواج پذیر ہے کیا اس پردے کے ہوتے ہوئے عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھ سکتی ہیں، لڑائیوں میں حصہ لے سکتی ہیں، سپاہیوں کو پانی پلانا، ہلال احمر کی خدمات انجام دینا، اور مجالس علمیہ میں شریک ہو کر ارتقائے ملت کی تمام منازل طے کرنا ممکن ہے، یہ تو پردے کی افراط ہے، اب اسکی تفریط ملاحظہ ہو، قرآن نے صرف چند رشتہ داروں کو گھر کے اندر آنے کی اجازت دی ہے، مگر اب حالت یہ ہے کہ کہیں کا رشتہ دار ہو بلا روک ٹوک اندر آسکتا ہے، اور اس سے کوئی پردہ نہیں۔

کیا کوئی عقلمند آدمی یہ دعوی کر سکتا ہے کہ جو پردہ آج ہم میں رائج ہے، یہ اسلام کا حکم ہے؟ ہرگز نہیں یہی وجہ ہے کہ اس بے جا تقلید اور پابندی کی وجہ سے وہ تمام خرابیاں اسلامی گھرانوں میں پیدا ہو رہی ہیں، جو اس کے قدرتی نتائج ہیں، اور صنف نازک کی تمام ترقیاں یک دم رک گئی ہیں، مسلمانو! تم سب مل کر اللہ کی جانب رجوع کرو، قانون کی نیک نیتی کے ساتھ پابندی کرو، اس فرض کا اصلی محافظ و نگران کار اللہ ہی کو خیال کرو، اس لیئے کہ دنیاوی حکومتیں غض بصر کے لیئے کوئی قانون مرتب نہیں

نہیں کرسکتیں، اس کے بعد تم یقیناً کامیاب رہو گے،

نکاح کی تعمیم

جب پردے کی وجہ سے مرد اور عورت آپس میں نہ مل سکیں گے، اور ان کے تعلقات وروابط میں کمی آجائے گی، تو اس تنگی کی وجہ سے بہت سی خرابیوں اور بداخلاقیوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، ان تمام مفاسد کو روکنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر نکاح لازم کر دیا کہ یہی چیز اس کی عفت و پاک دامنی کی حفاظت کرے گی،

اس لیئے فرمایا:

(۳۲) وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ○

اور جو تم میں سے مجرد ہیں، ان کے نکاح کر دیا کرو، اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ ان کو اپنے فضل سے خوشحال کر دے گا، اور اللہ وسعت والا اور جاننے والا ہے

نضر بن شمیل کہتا ہے کہ کلام عرب میں مرد و عورت دونوں پر ایامیٰ کا اطلاق ہوتا ہے، ایامیٰ جمع ہے ایم کی وہ مرد جس کی بیوی نہ ہو، اور وہ عورت جس کا خاوند نہ ہو، خواہ اس نے پہلے شادی کی ہو یا نہ، اسی لیئے ہم نے مجرد کے معنی کیئے ہیں، مجرد رہنے سے بدکاری اور بداخلاقی پیدا ہوتی ہے، اور بدچلن آدمی کا اندر آنا ممنوع ہے، اس لیئے پردے کے رواج کے بعد ان تمام لوگوں کا نکاح کرو، البتہ نکاح میں مال وغیرہ کی شرطیں نہ لگاؤ، اگر کوئی غریب ہوگا تو اللہ اپنے فضل سے اُسے دولت مند کر دے گا۔

نکاح کے بعد کشایش کے بعض سامان خود بہ خود پیدا ہو جاتے ہیں، جب مرد پر نکاح کا بوجھ پڑتا ہے تو اس کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے، اور کمانے

کی فکر کرتا ہے، حدیث میں آتا ہے: اذا جاء کم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه الا تفعلوه تکن فتنة فی الارض وفساد کبیر۔ جب تمہیں ایسا آدمی مل جائے جس کی طہارت نفس اور دین داری کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے نکاح کر دو ورنہ بدترین فتنہ و فساد کا دروازہ کھول دو گے۔

مسلمانوں نے رانڈ عورتوں کا نکاح بند کر کے ہندوؤں کی تقلید کی ہے، اور بعض خاندان تو اسکو معیوب خیال کرنے لگ گئے ہیں، حالانکہ نکاح نہ کرنے کی وجہ سے جو فسادات رونما ہو رہے ہیں وہ ان نام نہاد غیور خاندانوں کی ذلت و رسوائی اور تنبیہ و عبرت کے لیئے کافی ہیں، یورپ کی زنا کاری کا علاج بھی اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ قانوناً ہر مرد و عورت کے لیئے نکاح لازم کر دیا جائے ورنہ پیدائش کی فراوانی بھی ایک نہ ایک روز جبری نکاح کیلئے مجبور کر دیگی

فضل خداوندی کا انتظار

۳۳، وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ	اور جو لوگ نکاح کا مقدور نہیں رکھتے، اُن کو چاہیئے کہ ضبط کریں، یہاں تک کہ اللہ اُن کو اپنے فضل سے غنی کر دے، اور تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت کے خواہاں ہوں تو تم اُن سے مکاتبت کر لیا کرو، بشرطیکہ تم اُن میں بہتری پاؤ اور مال خدا میں سے جو اُس نے تم کو دے رکھا ہے اُن کو بھی دو، اور تمہاری لونڈیاں جو پاک دامن رہنا چاہتی اُن کو دنیا کی زندگی کے عارضی فائدے کی غرض سے حرام کاری پر مجبور نہ کرو، اور جو ان کو مجبور کرے گا تو

غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ○ اللہ ان کو مجبور کئے گئے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے۔

جن لوگوں کو نکاح کی توفیق نہ ہو یا انہیں رشتہ نہ ملتا ہو انھیں چاہیئے کہ چند سے صبر کریں یہاں تک کہ اللہ ان کے لیئے سامان فراہم کردے، بخاری میں ہے یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج، فانہ اغض للبصر واحصن للفرج" ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء نوجوانو پاک دامن رہنے کے لیئے نکاح ضروری ہے، اس سے آنکھیں اور شرمگاہ دونوں محفوظ رہتی ہیں، اور جسے نکاح کی طاقت نہ ہو، وہ روزہ رکھے کہ یہی اس کی حفاظت کرے گا، نسائی میں ہے: ثلاثۃ حق علی اللہ عونهم، الناکح یرید العفاف، والمکاتب یرید الادا، والغازی فی سبیل اللہ، تین شخصوں کی امداد اللہ نے اپنے اوپر لازم کرلی ہے، اس کی جو نکاح سے پاک دامن رہنے کا ارادہ کرے، مکاتب جو رقم ادا کرنے کی نیت رکھتا ہو، اور غازی فی سبیل اللہ کی۔

آج کل لوگوں نے گراں قدر مہر اور جہیز کی شرطیں لگا کر نکاح کو مشکل کردیا ہے ظاہر ہے کہ اسلام کے نزدیک یہ کوئی پسندیدہ فعل نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک آسانی کردی ہے کہ صرف تعلیم قرآن ہی کو مہر تسلیم کرلیا ہے، ابوداؤد میں ہے: خیر الصداق الیسرہ، کم سے کم مہر ہی بہترین ہے، بخاری میں ہے کہ ایک عورت نے اپنے آپ کو رسول اللہ کی نذر کردیا، جب آپ نے اس کو پسند نہ کیا تو ایک صحابی نے عرض کیا کہ میرے ساتھ اسکا نکاح کردیجیئے، آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے، اس نے کہا کچھ نہیں، آپ نے کہا جاؤ گھر میں تلاش کرو اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل گئی تو وہی مہر ہو جائے گی، مگر اس غریب کے پاس لوہے کی انگوٹھی بھی نہ تھی، آپ نے

آخر کار اس شرط پر نکاح کر دیا کہ جتنا قرآن اسے یاد ہو وہ اپنی بیوی کو پڑھا دے۔

شریعت اسلام نے نکاح میں سقدر سہولتیں اور آسانیاں پیدا کر دی تھیں مگر مسلمان ان سے فائدہ نہیں اُٹھاتے نتیجہ یہ ہے کہ روز بروز ان میں زنا کی کثرت ہوتی جاتی ہے۔

غلاموں کی آزادی

جو لوگ تمہارے گھروں میں غلامانہ زندگی بسر کر رہے ہیں' ان کو بداخلاقی سے بچانا' ان کو ملت اسلام کی خدمت کے لیئے تیار کرنا اور شریفانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دینا بھی تمہارا فرض ہے' ان کی ترقی اور آزادی ہر وقت تمہارے پیش نظر رہے' جب تم دیکھو کہ وہ آزاد ہو کر ملک و ملت کے لیئے مفید ثابت ہوں گے، صدق و دیانت کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں گے، اور کوئی نہ کوئی کام بھی جانتے ہیں جس سے اپنی روزی کما لیں گے' اور پاک دامن رہنے کی کوشش کریں گے، تو تمہارا فرض ہے کہ ان کے ساتھ مالی معاہدہ کر کے ان کو آزاد ہونے میں مدد کرو۔ اور اپنے مال میں سے بھی کچھ دو تاکہ وہ آزاد ہو سکیں۔

سیرین نے حضرت انس بن مالک سے درخواست کی کہ آپ روپیہ لے کر مجھے آزاد کر دیں' جب وہ راضی نہ ہوئے تو اُنہوں نے حضرت عمر سے اسکی شکایت کی' آپ نے انس سے فرمایا کہ اسکی درخواست قبول کرلو' یہاں بھی اُنہوں نے انکار کر دیا، اس پر حضرت عمر نے ان کو دروں سے مارا اور وہ آیت تلاوت کی جو زیب عنوان ہے۔

جاہلیت کا دستور

اسلام سے پیشتر عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر ان میں سے کسی کے پاس لونڈی ہوتی تو وہ اسے زنا کرانے کے لیئے بازار میں بھیج دیتا اور اس سے جس قدر آمدنی ہوتی وہ خود وصول کر لیتا، چنانچہ آج کل باوجود کمال تہذیب و شائستگی یورپ میں یہ دستور ہے۔

اور یہودی خاص طور پر اس میں شہرۂ آفاق ہیں، عبد اللہ بن ابی بن سلول کے پاس دو لونڈیاں تھیں، وہ انہیں زنا پر مجبور کرتا تھا، اور انھیں اس فعل سے سخت نفرت تھی، اُنہوں نے رسول اللہ سے آکر شکایت کی اور یہ آیت نازل ہوئی۔ جیسا کہ نسائی نے تصریح کی ہے۔

اسلام نے اس رسم قبیح کو بالکل مٹا دیا، اور اسکو حرام کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ خود پاک دامن رہنا چاہتی ہیں، تو تم چند سکوں کی خاطر انہیں کیوں مجبور کرتے ہو اسکا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو انہیں زنا کے لیے مجبور کرو، اسلیے کہ مجبور تو اسی کو کیا جا سکتا ہے جو اسے نہ کرنا چاہے ان اردن تحصنا کی جو قید ہے وہ محض صورت حال کا بیان ہے، یہ ان شرطیہ علی سبیل الغالب واقع ہوا ہے جس کا مفہوم مخالف نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیہ کی خرچی کو خصوصاً حرام قرار دیا ہے، حدیث میں آتا ہے:

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كسب الحجام، ومهر البغي وحلوان الكاهن

دوسری حدیث میں اس طرح ہے مهر البغي خبيث، وكسب الحجام خبيث، وثمن الكلب خبيث، زانیہ عورت، حجام، کاہن کی آمدنی اور کتے کی قیمت سب خبیث اور حرام ہیں۔

ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان تمام ذرائع سے پرہیز کرے، جن سے خادم اور مملوک میں بد اخلاقی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور اگر باوجود اس تنبیہ کے تم نے پھر بھی اپنے خادموں کو بدکاری کیلئے مجبور کیا تو اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس نہ کریگا، بلکہ اسکی عدالت میں تم ہی مجرم ٹھیرو گے، الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان

موعظة للمتقين

(۳۴) وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۝

ہم نے تمہارے پاس کھلے کھلے احکام بھیجے ہیں، اور جو لوگ تم سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کے حالات اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت

ہم نے تمہاری طرف نہایت ہی صاف اور صریح احکام نازل کیے ہیں، ان کی حکمت بھی واضح کردی گئی ہے، جرم کی سزا اور آئندہ اس کو روک دینے کا قانون بھی بتا دیا ہے، جس کی تلخیص حسب ذیل ہے:

(۱) زنا کی سزا مقرر کردی جس کا تعلق حکومت سے ہے۔

(۲) سوسائٹی سے اس کا درجہ گرا کر قوم کو متنبہ کردیا۔

(۳) سوءظن کی ممانعت کردی اور جو ایسا کریگا سزا کا مستوجب ہوگا۔

(۴) پردے کی بنا پر مرد و عورت کے اختلاط کو تنگ کر دیا کہ زنا کے مواقع میسر نہ ہوں۔

(۵) نکاح کی تعمیم کردی، جب قوم کے اعلیٰ و ادنیٰ طبقات بدترین خباثت سے بچ جائیں گے تو دوسری بداخلاقیوں سے بچنے کے لیۓ انہیں راستہ مل جاۓ گا۔

(۶) ترک نکاح سے جو نقصانات پیدا ہوتے ہیں اُن کو گذشتہ امتوں کے واقعات سے واضح کردیا۔

جن لوگوں کو قانون کی پابندی کا شوق ہے ان کے لیۓ یہی واقعات تذکیر و موعظت کا کام دیں گے، با اخلاق اور متقی بننے کے لیۓ تمام بے حیائیوں اور بداخلاقیوں سے بچنا ضروری ہے، اس میں شک نہیں کہ اس راہ حق میں دنیاوی مکروہات کا ارتکاب کرنا پڑے گا، مگر وہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں، جن کا یہ خیال ہے کہ رہبانیت اور تجرد سے مذہبی برکات حاصل ہوتی ہیں، یورپ کی تاریخ اس کی زندہ نظیر ہے، واقعہ یہ ہے کہ نکاح کی پابندی اور اپنے ہم جنس بھائیوں کے نفع و نقصان میں شریک ہونے سے اللہ تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں۔

باب ۳

اللہ کا نور

انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات بکسر رشد و ہدایت، نور و بصیرت، اور پند و موعظت ہوتی ہیں، ان پر عمل پیرا ہونے سے انسانی قلب و دماغ میں روشنی پیدا ہوتی ہے، اور برکات الہیہ کا نزول ہوتا ہے مگر ان فیوض خداوندی سے مستفید ہونے کے لیے اولین شرط یہ ہے کہ قوم میں اخلاق فاضلہ ہوں، وہ فسق و فجور سے پرہیز کرتی ہو اور نیکی و طہارت اسکا شعار ہو اسی لئے ابتدائے سورت میں ایک بدترین اخلاقی جرم پر بحث کی گئی، تاکہ آئندہ تعلیم الہی کی نشر و اشاعت میں رکاوٹ نہ پیدا ہو، اور انوار الہیہ برابر فائز ہوتے رہیں، اب بتایا جاتا ہے کہ جب انسانوں کی ایک جماعت اس قانون پر عمل کرے گی، تو ان کے قلوب و صدور اللہ کے نور سے روشن ہو جائیں گے:

(۳۵) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَلَوْ لَمْ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے جس میں ایک چراغ ہے چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہے قندیل گویا موتی کا سا چمکتا ہوا ستارہ ہے زیتون کے ایک مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف

تَمۡسَسۡهُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿ۙ۳۵﴾

اس کا تیل خواہ آگ سے نہ بھی چھوئے تاہم معلوم ہو ہے کہ آپ سے آپ جل اُٹھے گا، روشنی پر روشنی، خدا اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے راہ دکھلاتا ہے، اور لوگوں کے لئے اور مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

نور لغت میں اس کیفیت کو کہتے ہیں جو سورج، چاند، اور آگ سے پیدا ہو کر زمین اور دیواروں وغیرہ پر پڑتی ہے۔ مشکوٰۃ وہ طاق جو دیوار کے آر پار نہ ہو، مصباح چراغ، صبح کو صبح اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں روشنی ہوتی ہے، زجاجۃ شیشے کی قندیل جو نہایت صاف و شفاف ہو۔ دری میں یائے نسبت ہے یعنی قندیل صفائی اور چمک میں موتی کے مشابہ ہے، یوقد لیا گیا ہے ایقاد سے، چراغ یا آگ روشن کرنے کو کہتے ہیں۔

جسم انسانی میں مختلف اعضاء وجوارح اپنا اپنا کام کر رہے ہیں، ان کے بغیر ہمارا زندہ رہنا ناممکن ہے، اگر آپ جب عمیق غور و فکر سے کام لیں گے، تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ اصل میں کام کرنے والی روح انسانی ہے، جو ہر رگ و پے میں جاری و ساری ہے، اور جو ان تمام اعضائے بدن سے اپنا اپنا کام لے رہی ہے، اگر وہ نہ ہو تو جسم انسانی ہڈیوں اور گوشت کے سوا اور کچھ نہ ہو۔

اسی طرح اگرچہ اس کائنات ارضی و سماوی میں مختلف چیزیں نظر آتی ہیں لیکن در اصل اللہ ہی ہر جگہ کارفرما ہے، اور اسی کا نور زمین و آسمان کی روشنی کا باعث ہے، اس کے نور کا فیضان ایک چراغ میں ہوتا ہے، جسے حظیرۃ القدس کہتے ہیں، اس کا

نیز وہ روحانیت ہے جو روح اعظم اور ملاء اعلیٰ کے مجموعہ سے ترتیب دی گئی ہے اور اسی کی آگ اللہ کی تجلی کی روشنی ہے، پھر جس طرح چراغ سے نور نکل کر قندیل میں روشن ہوتا ہے اور بعدہٗ اس تمام مکان کو بقعۂ نور بنا دیتا ہے، ایسے ہی ملاء سافل ملاء اعلیٰ خطیرۃ القدس سے انوار و تجلیات لے کر زمین و آسمان کی روشنی کا سبب بن جاتے ہیں اور تمام کائنات ارضی و سماوی روشن ہو جاتی ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ خطیرۃ القدس، ملاء اعلیٰ، ملاء سافل اور تمام جہان میں کارفرما اور ہر ایک قسم کی خیر و برکت کا وحید و فرید منبع صرف اللہ ہے، اور اسی سے ہر چیز کی زندگی قائم ہے مگر اس نور سے وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں، جن کی فطرت صالح ہوتی ہے، جنہوں نے خارجی اثرات ضلالت سے اپنی باطنی شمع ہدایت کو گل نہیں کیا ہوتا، اللہ تعالیٰ ہر فرزند انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مثالیں پیش کرتا ہے، اگر وہ آفاق و انفس میں غور کرے تو اس کی ہدایت کے لیے کافی سامان موجود ہے، وفی الارض ایات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون، دوسری جگہ فرمایا یمرون علیہا و ہم عنہا معرضون، اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کتنے لوگ ان امثال و نظائر اور دلائل و براہین سے کام لیں گے۔

ارباب ایمان کا طریق کار

(۳۶) فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ (۳۷) رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا

وہ نور ایسے گھروں میں ہے جن کی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ ان کی عظمت کی جائے، اور ان میں خدا کا نام لیا جائے، اور ان میں صبح و شام ایسے لوگ خدا کی تسبیح کرتے رہتے ہیں جن کو

بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔

سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرنے پاتی کیونکہ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جب دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں پھری کی پھری رہ جائیں گی کہ اللہ ان کو ان کے عملوں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے اور ان کو اپنے فضل سے کچھ اور بھی دے، اور اللہ جسکو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔

فی بیوت متعلق ہے مصباح کے، بالغدو والاصال غدو مصدر ہے اور مصدر ہمیشہ مفرد مستعمل ہوتا ہے، اس کے معنی ہیں دن کا ابتدائی حصہ اصال جمع ہے اصل کی، اور اصل اصیل کی، اصیل کہتے ہیں دن کے پچھلے حصے کو۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ کا نور ہر جگہ کار فرما ہے، مگر فرزندانِ آدم کا تعلق اس سے مختلف طریق پر قایم ہوتا ہے، جب آفتاب نکلتا ہے تو بعض لوگ اس سے فائدہ اُٹھانے کی پوری کوشش کرتے ہیں لیکن شپرہ چشم کو تو عین دوپہر کے وقت بھی اس کا نور دیکھنے کی طاقت نہیں، اسی طرح اللہ کے نور کو اخذ کرنے، اور اس سے ربط و تعلق قایم رکھنے کیلئے سلیم الطبع لوگ صبح و شام کی نمازوں میں مسجدوں کی طرف دوڑتے ہیں، اور اس کی تمجید و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں، یہ لوگ راہب اور سادھو نہیں، بلکہ دنیا کے تمام کاروبار کرتے ہیں، مگر جب اور جسوقت تجلیات الٰہیہ سے تمسک و اعتصام کا وقت آتا ہے، تو پھر نہ تو تجارت ان کے سدراہ ہوسکتی ہے، اور نہ بیع و شرا کے اندر ان کے لئے کوئی جذب و کشش باقی رہتی ہے

بلکہ والہانہ و مضطربانہ ذکرالٰہی، اقامت صلوٰۃ، اور ادائے زکوٰۃ میں مصروف ہو جاتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے وجود سے دنیا میں خداپرستی قایم ہے۔

ان لوگوں کو ہر وقت اس دن کا خوف لگا رہتا ہے جس کی نسبت آتا ہے: وانذرھم یوم الآزفة اذ القلوب لدی الحناجر ما للظالمین من حمیم ولا شفیع یطاع (۴۰:۱۸) اور ان لوگوں کو اس روز سے ڈراؤ جو سر پر چلا آرہا ہے جب کہ گھٹ گھٹ کر کلیجے مونہ کو آجائیں گے، اس روز نا فرمانوں کا نہ تو کوئی دل سوز دوست ہوگا، اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ اس روز نور خداوندی کے ساتھ ربط و تعلق رکھنے کے اعتبار سے ہمارے اخلاق اور اعمال کے نتائج نکلیں گے اس دن صرف تجلی ربانی ہی کارفرما ہوگی ایسا نہ ہو کہ نور السموات والارض سے ہمارے روابط میں کمی ہو جانے کی وجہ سے ہم اس روز ذلیل و رسوا ہوں۔

اعراض کرنے والوں کی حالت

(۳۹) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَـيْـــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

اور جو لوگ منکر ہیں ان کے اعمال جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا اس کو پانی خیال کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا، اور خدا کو اپنے پاس موجود پایا اور اس نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا، اور خدا جلد حساب لینے والا ہے

سراب جنگل کے اس ریت کو کہتے ہیں جو دوپہر کے وقت سورج کی چمک سے چلکتا ہوا معلوم ہوتا ہے گمان کیا جاتا ہے کہ پانی بہ رہا ہے، بڑے بڑے وسیع ریگستانوں اور خصوصاً عرب اور صحرائے افریقہ میں ایسے مواقع دھوپ کے وقت اکثر دیکھے جاتے ہیں۔ بقیعة جمع ہے قاع کی ہموار اور مسطح زمین کو کہتے ہیں۔

جن لوگوں کا تعلق اس نور الٰہی سے قایم نہیں ہوتا ان کی دو قسمیں ہیں:-

ایک جماعت وہ ہے جس کی توجہ اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی طرف ہے، گرچونکہ اس تجلی اعظم سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اور تعلق باللہ نہ ہونے کی وجہ سے اعمال قبیحہ کا ارتکاب کرتی ہو، اس لیئے اسکے کاموں کی مثال یہ ہے کہ چٹیل میدان میں ریت چمک رہا ہو اور ایک مسافر اس کو پانی سمجھکر اسکی طرف لپک کر جا رہا ہو وہاں جائے تو اسے ریت کے سوا کچھ نہ ملے، اور تڑپ تڑپ کر اسی جگہ مر جائے۔

یہی حال ان لوگوں کے اعمال کا ہوگا جو اپنی غلط فہمی کی بدولت ان کو اصلی خیال کرتے ہیں، ممکن ہے دنیا میں انہیں کچھ فائدہ حاصل ہو جائے مگر مرنے کے بعد یہ کچھ کام نہ آئیں گے، اس لیئے کہ اس رمز معیار نجات اخلاق فاضلہ ہوں گے جو ان اعمال کے لازمی نتائج ہیں اور جن کی بنا پر اللہ نور السموات والارض کے ساتھ انسان کا ربط و تعلق قایم ہوتا ہے پس جب اس نور سے وہ بیگانہ محض ہو گئے تو ان پر یاس قنوط کا عالم طاری ہوگا، اللہ ان سے پورا پورا حساب لے گا، اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

قرآن حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی ان کی اس حالت کو بیان کیا ہے ایک جگہ فرمایا: قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیهم فی الحیٰوة الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعاً اولئک الذین کفروا بایات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقیم لهم یوم القیٰمة وزناً ذلک جزاؤهم جهنم بما کفروا واتخذوا ایاتی ورسلی هزوا (۱۸: ۱۰۳ تا ۱۰۶) کہدو کہ ہم تمہیں وہ لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بڑے گھاٹے میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیاوی زندگی کی کوشش گئی گذری ہوئی اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو اور اس کے حضور میں حاضر ہونے کو نہ مانا تو ان کے عمل اکارت ہو گئے تو قیامت کے دن ہم ان کے اعمال نیک کا رتی وزن بھی قایم نہیں رکھیں گے، یہ جہنم ان کا بدلہ ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور ہمارے پیغمبروں کی ہنسی اڑائی، دوسرے مقام پر یوں ارشاد ہوا۔

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منشورا (۲۵ : ۲۵) اور دنیا میں جو یہ لوگ کوئی نیک اعمال کر گئے ہیں، اب ہم ان اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے، اور ان کو اس طرح رائیگاں کر دیں گے جیسے بکھری ہوئی دھول۔

دوسری جماعت

(۴۰) اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝	یا جیسے گہرے سمندر میں اندھیرے اس کے اوپر ایک لہر چڑھی آ رہی ہے اس کے اوپر ایک اور لہر ہے، اسکے اوپر بادل ہے، اندھیرے ہیں جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں جب وہ اپنا ہاتھ نکالتا ہے، قریب ہے کہ نہ دیکھے، اور جسے اللہ روشنی نہ دے اُسے روشنی نہیں ملتی۔

یہ وہ جماعت ہے جو اعمال ہی سے بیگانہ محض ہے، انسان میں کام کرنیوالے تین مرکز ہیں:

(الف) نفس، جو بدن کی تربیت کرتا اور اس کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔

(ب) قلب جو تمام اخلاق و اعمال کا مرکز ہے، اور جس سے ہر قسم کا داعیہ خیر و شر تولید کرتا ہے۔

(ج) عقل جو علوم و معارف اور کمال و فضل انسانی کا مرکز ہے۔

جب تک یہ لطائف مصروف کار رہتے ہیں، اور ان کا تعلق اللہ کے نور سے قائم و ثابت رہتا ہے، اسی وقت تک انسان صحیح معنی میں زندہ رہ سکتا ہے اور جہاں ان پر ظلمت و تاریکی چھائی انسانیت گم ہو جاتی ہے، اور وہ بدترین خلائق بن جاتا ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذان لا یسمعون بھا اولئک

کالانعام بل ھم اضل اولئک ھم الغافلون' یہی شر البریہ ہیں، الاعمیٰ ہیں، اور یہی اس آیت کا مصداق حقیقی: افرئیت من اتخذ الٰھہ ھواہ' واضلہ اللہ علی علم وختم علی سمعہ وقلبہ وجعل علی بصرہ غشاوۃ' (۲۲:۴۵) بھلا تم نے اس شخص پر بھی نظر کی جس نے اپنی خواہش نفسانی کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور علم ہوتے ہوئے اللہ نے اس کو گمراہ کر دیا ہے، اور اس کے کانوں اور اُس کے دل پر مہر لگا دی ہے' اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے، اس دوسرے گروہ کی کیفیت یہ ہے کہ اس کے تینوں لطائف تاریک ہو چکے ہیں' اور حس وبیداری کی جگہ غفلت ومدہوشی نے لے لی ہے۔

لطیفہ نفس کی خرابی کو بحر لجی سے تعبیر کیا گیا ہے' یغشٰہ موج من فوقہ موج سے مراد قلب کی ظلمت و تاریکی ہے، اور من فوقہ سحاب کا لطیفہ عقلی کے اندھیرے کی طرف اشارہ ہے، گویا ان کے اعمال کی مثال بڑے گہرے دریا کے اندرونی اندھیروں کی سی ہے کہ دریا کو لہر نے ڈھانک رکھا ہے' اور لہر بھی ایک نہیں، ایک کے اوپر ایک اور اس کے اوپر اندھیرا، اگر کوئی شخص اپنا ہاتھ نکال کر بھی دیکھنے کی کوشش کرے' تو نہ دیکھ سکے۔

ایسے ہی جب یہ لطائف تاریک ہو جاتے ہیں، اور دوسرے موانع بھی ان کے سد راہ ہوں کہ نور خداوندی اپنا اثر و نفوذ نہ کر سکے، تو کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم بھی ان کے قلب ودماغ کو روشن نہیں کر سکتی، ان ظلمتوں کی وجہ سے وہ اپنی فطرت صالحہ کو فراموش کر دیتے ہیں، اور انجام کار ناکارہ محض بن جاتے ہیں۔

مومن کی مثال تو نور علیٰ نور اور نورھم یسعیٰ بین ایدیھم وبایمانھم ہے' مگر ان بدبختان ملت کی حالت یہ ہے' ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور'

ابی بن کعب فرماتے ہیں: الکافر ینقلب فی خمس من الظلم کلامہ و عملہ و

مدخلہ و مخرجہ و مصیرہ الی النار، کافر پانچ تاریکیوں میں مبتلا ہوتا ہے، کلام،

عمل، مدخل و مخرج، اور انجام کار دوزخ کی آگ، حضرت حسن کہتے ہیں کہ قرآن نے تین

قسم کی ظلمتیں بیان کی ہیں ظلمۃ البحر، وظلمۃ الامواج وظلمۃ السحاب وکذا الکافر

لہ ظلمۃ ثلاثۃ، ظلمۃ الاعتقاد ظلمۃ القول، وظلمۃ العمل، حضرت ابن عباس کی رائے

ہے کہ کافر کے قلب، سمع، اور بصر کی تاریکی کو اس سے تشبیہ دی ہے، پس جن لوگوں کی ظلمت

اعمال واخلاق کی یہ حالت ہو، وہ نور السموات والارض سے کیا مستفید ہو سکیں گے،

کل قد علم صلاتہ و تسبیحہ

(۴۱) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (۴۲) وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور پر پھیلائے ہوئے پرند بھی ہر ایک اپنی دعا، اور تسبیح کو جانتا ہے اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نور ہر جگہ جاری وساری ہے، مگر ہر چیز اس سے اپنی استعداد ہی کے مطابق فائدہ اٹھاتی ہے، اللہ کی جانب توجہ وانابت ان کی فطرت میں داخل ہے، اور یہی فطری الہام دراصل شرائع کے نزول کی اساس وبنیاد ہے، اگر نوع انسانی میں ایسے نفوس ذکیہ نہ پیدا ہوتے جن میں انوار الٰہیہ اس درجہ کارفرما ہوتے کہ سنتے تو اللہ کے کانوں سے دیکھتے تو اس کی آنکھوں سے اور چلتے تو اس کے پاؤں سے

تو اس نورانی شریعت کا نزول اور اس سے استفادہ غیر ممکن تھا، اس لیئے کہ شریعت کی پابندی اور طہارت و پاکیزگی نفس ہی انسان کو اس نور کے قریب تر کرتی جاتی ہے جب تک فرائض نبوت کا سنبھالنے والا کوئی شخص نہ ہو اس وقت تک نوع انسانی میں نبوت کو نازل نہیں کیا جاتا، برق اور بھاپ کے خزائن سے یہ عالم تکوین بھرپور ہے، مگر جب تک عالی دماغ حکیم نہ پیدا ہوں گے، لوگوں کو ان کی طرف توجہ نہ ہو گی یہی حال نور خداوندی کا ہے، وہ زمین و آسمان میں پھیلا ہوا ہے، بلکہ وہ شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے نحن اقرب الیہ من حبل الورید، ہر چیز اپنی قابلیت کے مطابق اس سے نفع حاصل کر رہی ہے یہاں تک کہ پر پھیلا کر اڑنے والے پرندے بھی اپنی دعا اور تسبیح سے واقف ہیں، اور وہی اللہ اس حقیقت کو خوب جانتا ہے کہ ہر چیز کہاں تک اس کے نور سے تمسک و اعتصام کر رہی ہے۔

آسمان اور زمین کی حکومت اسی کے قبضہ و اقتدار میں ہے، اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے، اور وہی اس امر کا فیصلہ کرے گا کہ اس نور سے کس نے فائدہ اٹھایا اور کون اعراض کرتا رہا۔

نزول شرائع کی صورت

(۴۳) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو ہانکتا ہے پھر اسکو آپس میں جوڑتا ہے، پھر ان کو تہ بہ تہ کرتا ہے پھر تو اس کے بیچ میں سے مینہ کو نکلتے ہوئے دیکھتا ہے، اور آسمان میں جو پہاڑ ہیں ان میں سے اولے برساتا ہے تو جس پر چاہتا

عَنْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ؕ (٤٣) يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○

اولے برساتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اُن کو ہٹا دیتا ہے، بادل کی بجلی کی چمک ہے کہ گویا آنکھوں کو اُچکے لئے جاتی ہے، اللہ رات اور دن کا ردوبدل کرتا رہتا ہے، اسمیں یقیناً آنکھوں والے کے لئے بڑی عبرت ہے

یزجی، ازجاء اصل میں کہتے ہیں کسی چیز کو نرمی اور سہولت سے چلانا، پھر تھوڑی اور غیر معتدبہ چیز میں استعمال ہونے لگا، رکاما رکم کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز کے اوپر رکھنا، ودق مینہ یا مینہ کے قطرے، خلال جمع ہے خلل کی شق اور دراڑ کو کہتے ہیں برد اولا سنا روشنی۔

اللہ کے کرشمہ ہائے قدرت ملاحظہ کیجئے، پانی کے قدرتی خزائن سے بخارات اُٹھ کر اوپر جاتے ہیں اور جمع ہونا شروع ہوتے ہیں، پھر منجمد ہو کر تہ بہ تہ بادل بن جاتے ہیں اور بارش ہونا شروع ہوتی ہے، اس سے اگر ایک حصۂ زمین شاداب ہوتا ہے تو دوسرا بالکل محروم رہ جاتا ہے، اب اسی پر نزول شرائع کو قیاس کرو، نوع انسانی کے عقائد و اخلاق اور اعمال کا رنگ نورانی بخارات کی شکل میں یہاں سے بلند ہوتا ہے، ملاء اعلیٰ میں جا کر ان بخارات کی تالیف و ترکیب ہوتی ہے، اس مقدس گروہ کی والہانہ و مضطربانہ دعا، اور نوع انسانی کے بخارات کی ہیئت ترکیبی سے ایک قانون مرتب ہوتا ہے، پھر جب کوئی ازکی خلق اللہ بار نبوت و تجدید اُٹھانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اپنی اولوالعزمانہ کارفرمائیوں سے تمام ملک کی آب و ہوائے اعمال و اخلاق میں خاص قسم کا تموج و ہیجان پیدا کر دیتا ہے، تو باران رحمت بصورت نبوت یا تجدید نازل ہوتی ہے۔

رات اور دن کا انقلاب تمہارے سامنے ہے، لیکن اگر تمہاری آنکھ وا ہے تو تم اسی رات اور دن کے تغیر و تبدل میں اقوام و امم کے عروج و زوال کو دیکھ سکتے ہو،

قابلیتوں کا اختلاف

(۴۵) وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ
فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ
مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ
اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

اور اللہ نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے
پھر ان میں سے وہ ہے جو اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے
اور ان میں سے وہ ہے جو دو پاؤں پر چلتا ہے
اور ان میں سے وہ ہے جو چار پر چلتا ہے، اللہ
جو چاہتا ہے بناتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے، ہر چیز اس سے فائدہ اُٹھاتی ہے، مگر ہر نوع اپنے لحاظ سے مستفید ہوگی، دیکھو ہر جاندار کو پانی کی ضرورت ہے، مگر ایک قسم ہے جو پیٹ کے بل رینگ کر اس سے فائدہ حاصل کرتی ہے، بعض دو اور چار پاؤں پر چل کر اپنی زندگی کے دن پورے کرتے ہیں، تخلیق اور استفادہ کے طرق مختلفہ میں جو فرق ہے وہ کسی پر مخفی نہیں، ہر ایک کی خواہشات و مالوفات دوسرے کے بالکل مخالف ہوتی ہیں۔

ایسے ہی جب تعلیمات الٰہیہ نازل ہوتی ہیں تو تمام فرزندان آدم ان سے یکساں فائدہ اُٹھانے کے قابل نہیں ہوتے جن لوگوں کے قوائے عقلیہ ان کے جذبات پر غالب ہوں، ان کے لیئے یہ تعلیم نہایت ہی مفید ثابت ہوتی ہے، مگر جو اپنی فطرت کے صاف آئینہ کو ضلالت و گمراہی کی آندھیوں سے محفوظ نہیں رکھتے ہیں وہ ویسے کے ویسے ہی رہتے ہیں، اگر ان کی فطرت میں استعداد ہوتی، تو وہ ضرور اپنی قابلیت کے موقع

نفع پذیر ہوتے۔

آیات بینات

(۴۶) لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ ۚ وَاللّٰهُ
يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیتیں اتاری ہیں اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

ہم نے ایک بداخلاقی کو دور کرنے کے لیے مفصل قانون دیدیا ہے اس میں اللہ کے نور کے اخذ واقتباس کی پوری رعایت رکھی گئی ہے، اور اس کے بعد تمام شرائع وتعلیمات الٰہیہ کی حقیقت مستورہ کو بے حجاب کردیا ہے، اب جس شخص میں قابلیت ہوگی، وہ ان باتوں کی قدر کریگا، اور راہ حق اختیار کرے گا، لیکن صداقت کے ظاہر ہوجانے کے باوجود پھر بھی دو قسم کے آدمی نظر آئیں گے:

(الف) جو زبان سے اللہ اور رسول کی اطاعت کا اظہار کریں مگر وقت پیش پر الگ رہیں۔

(ب) جو ہر وقت اللہ کے نام پر قربان ہونے کو تیار ہوں۔

پہلی جماعت

(۴۷) وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُولِ
وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ
مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ
(۴۸) وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ
بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ مُعْرِضُونَ
(۴۹) وَإِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ
(۵۰) أَفِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں کا ایک فریق روگردانی کرتا ہے، اور یہ لوگ مومن نہیں، اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان میں فیصلہ کرے تو ان میں کا ایک گروہ گریز کرتا ہے، اور اگر حق ان کے لیے ہو تو وہ اس کی طرف فرمان برداری

اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

کرتے ہوئے دوڑے آئیں گے، کیا ان کے دلوں میں مرض ہے، یا شک میں پڑے ہیں یا ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے ساتھ بے انصافی کریں گے بلکہ یہ آپ بے انصاف ہیں۔

یہ لوگ زبان سے تو خدا اور رسول کی طاعت کا اظہار کرتے ہیں مگر جب کام کا وقت آتا ہے تو بھاگ جاتے ہیں، اگر انہیں اس امر کی دعوت دی جائے کہ اپنے اختلافات اور تنازعات باہمی کا فیصلہ کتاب و سنت کے مطابق کراؤ، ہجرت الی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنے اہل و عیال، وطن و دیار اور مال و دولت کو خیرباد کہہ دو تو خوف و دہشت کے مارے ان کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور ان احکام و فرامین کی پرواہ تک نہیں کرتے، لیکن اگر انہیں اس امر کا یقین ہوجائے کہ اس قانون پر عمل کرنے سے انہیں دنیاوی فوائد حاصل ہوں گے، تو دوڑے دوڑے ہوئے چلے آئیں گے۔

آجکل مسلمانوں کی عموماً اور تعلیمیافتہ طبقہ کی خصوصاً یہی حالت ہے، سب کے سب کتاب و سنت کے اتباع کا دعوےٰ کرتے ہیں، مگر ان کی عملی زندگی دیکھو تو بالکل ان کے نقطہ مستقیم کے مخالف ہوتی ہے، البتہ اگر قرآن و حدیث کا کوئی حکم ان کی خواہش اور سمجھ کے مطابق نکل آئے تو پھولے نہیں سماتے، یہ دراصل اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، نہ کہ کتاب و سنت کی۔

کیا یہ لوگ کتاب و سنت سے انحراف اس لئے کرتے ہیں کہ:

(الف) ان کے دل کفر و نفاق کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں۔

(ب) یا ان کو ابھی اسی میں تردد ہے کہ جو احکام ہمیں مل رہے ہیں، یہ کتاب و سنت میں ہیں بھی یا نہیں۔

(ج) یا کیا انہیں یہ خوف لگا ہوا ہے کہ اللہ و رسول ان کے ساتھ ناانصافی کرینگے، اور ان کے حقوق شہریت کو سلب کرلیں گے،

یہ تینوں باتیں اسلام کے شایان شان نہیں، انہیں کسی طرح یہ حق نہیں پہنچتا کہ ایمان کا دعوے کرنے کے بعد خدا کے احکام سے انحراف کریں، اگر وہ اس جرم کے مرتکب ہوتے ہیں تو یقیناً ان کو تمام مذہبی برکات سے محروم کردیا جائے گا۔

اصلی شان

(۵۱) اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (۵۲) وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝	مومنوں کو جب خدا اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور حکم مانا، اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہونچیں گے۔

اگر ان لوگوں میں کچھ بھی عقل و تمیز ہوتی، اور سوچ سمجھ کر قدم بڑھاتے، تو ان کا طرز عمل یہ ہونا چاہئے تھا کہ جب اور جس وقت انہیں کتاب و سنت کی طرف بلایا جاتا، فوراً اپنی گردنیں اس کے سامنے خم کردیتے، اور سمعنا و اطعنا کہہ کر اس کے ہر حکم کی تعمیل میں لگ جاتے کہ ارباب ایمان و اخلاص کا یہی طرز عمل ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کے لوگ دنیا و آخرۃ کی انتہائی کامیابی کے حق دار ہوسکتے ہیں۔

بلاغ مبین

(۵۳) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ	اور وہ اللہ کی بڑی پکی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ اگر تو

لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا
طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (۵۳) قُلْ اَطِيْعُوا
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا
حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا وَمَا
عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ

انہیں حکم دے تو وہ نکلیں گے، کہو کہ قسمیں کھاؤ فرماں برداری معلوم ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے، کہو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم روگردانی کرو گے تو جو ذمہ داری رسول پر ہے، اس کے جواب دہ وہ ہیں، اور جو تم پر ہے اس کے جواب دہ تم ہو، اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو سیدھے رستے پر رہو گے، اور رسول کے ذمہ تو صاف طور پر پہنچا دینا ہے اور بس۔

جب ارباب نفاق کا پول کھلتا ہے تو قسمیں کھا کھا کر اپنی اطاعت و فرماں برداری کا اظہار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم تو آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہیں، یہاں تک کہ اگر آپ ہمیں حج چھوڑ کر جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیں تو ہم اس کے لیئے بھی تیار ہیں اور ایک لمحہ کے لیئے بھی توقف نہ کریں گے۔

جھوٹے آدمی کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے کذب و نفاق کو قسموں میں چھپانے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ قرآن میں ایک جگہ آتا ہے: یحلفون لکم لترضوا۔ یہ صرف تمہیں خوش کرنے کے لیئے قسمیں کھاتے ہیں، پھر فرمایا: اتخذوا ایمانہم جنۃ، انہوں نے اپنی قسموں کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ بنا رکھا ہے، ان سے کہہ دیجئے کہ قسموں کی ضرورت نہیں، تمہاری اطاعت کی حقیقت تو معلوم ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری ان تمام ناشائستہ حرکات سے واقف ہے۔

آپ ان سے صاف کہہ دیجئے کہ ایمان صرف یہ ہے کہ بلا چون و چرا رسول کے تمام احکام کی اطاعت کرو، اور اگر روگردانی کرو گے تو تم خود اس کے ذمہ دار ہو، اس لیئے کہ رسول نے تو

اپنا فرض تبلیغ و رسالت ادا کر دیا اس کا کام صرف اسی قدر تھا کہ خدا کا پیغام تم کو سنا دے اور تمہارے شکوک و شبہات کو دور کر دے۔

خلافت ارضی کا وعدہ

(۵۵) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ
فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ
مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ
الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ
بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا
یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ
ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (۵۶) وَ
اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیۡعُوا
الرَّسُوۡلَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ (۵۷)
لَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی
الۡاَرۡضِ ۚ وَمَاۡوٰىہُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کی خلافت ضرور عنایت کریگا جیسے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور جس دین کو اس نے ان کے لیئے پسند کیا ہے اسکو ان کے لیئے جما کر رہے گا، اور خوف جو اُن کو ہے اس کے بعد ان کو بدمیں امن دیگا وہ میری عبادت کرینگے میرے ساتھ کسی شریک نہ کرینگے، اور جو شخص اس کے بعد کفر کرے تو وہی نافرمان ہیں، اور نماز قایم کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے یہ خیال نہ کرو کہ جو کافر ہیں وہ زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور وہ بری پھر آنے کی جگہ ہے۔

یہ وہ جماعت ہے جس نے اللہ کی غلامی اور اس کے قانون کی پابندی کو اپنی غایت الغایات بنا لیا ہے اور عمل صالح ان کا طرۂ امتیاز ہے ان لوگوں سے قدوس حق نواز حسب ذیل وعدے کرتا ہے:

(۱) انہیں ارض مقدس کی حکومت ملے گی جیسے بنی اسرائیل کو دی گئی

(۲) جو دین قرآن کی معرفت ملا ہے، اس کو تمکین فی الارض نصیب ہوگی، اور یہ لوگ اس قرآن کو اپنی سلطنت کا قانون بنائیں گے۔

(۳) انہیں کسی دشمن کا خوف نہ ہوگا، اور ان کی کمزوری سے وہ فائدہ نہ اٹھا سکے گا، دنیا کا ایک حصہ تو ان کے زیر نگین ہوگا، اور دوسرا حصہ ان کو ضرر نہ پہونچا سکے گا، بلکہ جب کبھی ان پر حملہ آور ہوگا، اللہ تعالیٰ اسکو ناکام و خاسر واپس کردے گا۔

ضروری شرائط

اس خلافت کے بقا و استحکام کے لیئے چند شرطوں کی پابندی ضروری ہے، جب تک یہ خصوصیات مسلمانوں میں باقی رہیں گی، وہی اس حکومت کے مالک رہیں گے اور جہاں انہوں نے جادۂ اعتدال سے انحراف کیا قعر مذلت میں گرا دیئے جائیں گے، وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، میری ہی غلامی کو طرۂ افتخار بناؤ، اور میرا قانون نافذ کرتے وقت انسانوں سے بالکل خوف نہ کرو۔

(۲) راہ حق و تبلیغ اسلام میں جس قدر بدنی تکلیفیں ہوں انکو نماز کی طرح شوق و ولولہ کیساتھ برداشت کرو

(۳) مالی زکواۃ کی طرح سلطنت کے مصارف اور قیام جہاد کے لیئے ایک مستقل رقم ادا کرو تاکہ ضرورت کے وقت حکومت کی اعانت ہو سکے۔

(۴) امام جس امر کا حکم دے اس سے انحراف نہ کرو۔

یہی باتیں سلطنت کو قائم رکھ سکیں گی اور ان پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ وعدہ پورا ہوگیا، شام، عراق، عرب، اور ایران پر فرزندان اسلام کا پرچم لہرانے لگا، اب اس کے بعد کسی عرب کو جائز نہیں کہ وہ قرآن سے کسی حالت میں بھی انحراف کرے، اگر وہ ایسا کرے گا تو بے ایمان ہوگا، اور اس کے

زن کو اپنے ہیں کفر اختیار کئے ہوئے ہوگا۔

جب ایک علمی اخلاقی قانون اس درجہ مثمر نتائج وبرکات ہو کہ عرب جیسی ذلیل ومقہور قوم چند سال کے اندر شتربانی سے جہانبانی تک پہونچ جائے تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس قوم کا ایک فرد بھی اس قانون خداوندی کو ترک کر کے اپنے آپ کو معذور خیال کرے گا ہرگز نہیں بلکہ قرآن چھوڑ دینے سے اس پر زمین وآسمان کی ہر چیز لعنت کرے گی، اور وہ کفر کی موت مرے گا۔

دائمی اعانت

خلافت قایم ہوگئی جس کے حدود حضرت عمر کے زمانے میں مصر سے متجاوز نہ تھے، اس کے مقابلہ میں تمام عالم کی غیر مسلم حکومتیں ہیں، ان کا مقابلہ کرنا اور ان کو زیر وزبر کرنا کوئی آسان بات نہیں، مگر ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تم نے مذکورۃ الصدر اصول کی پابندی کی جن کی وجہ سے خلافت قایم ہوئی ہے تو کوئی غیر مسلم قوم تم پر غالب نہ آسکے گی، اور ان بدبختوں کا ٹھکانا تو جہنم ہے اس لیئے ان کو ذلیل ورسوا کرنے کے لیئے تم ہر وقت ضروری آلات سے مسلح رہو۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

آیات ماسبق سے معلوم ہو گیا کہ خلافت اسلامی کے بقاو قیام کا مرکزی نقطہ شریعت کی پابندی ہے کہ آپس میں اتفاق رہے، اور اختلاف نہ ہونے پائے، پردے کے احکام کی غرض یہی تھی کہ مسلمانوں میں کسی قسم کی بداخلاقی نہ پیدا ہونے پائے، مگر عموماً ایسا ہوتا ہے کہ حکومت مل جانے کے بعد انسان کی طبیعت میں ضرورت سے زیادہ آزادی آجاتی ہے، اور وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں بے حیائی اور بے غیرتی کا مرض پیدا ہو جاتا ہے، اور تمام وہ باتیں جو اسے گھر کی چار دیواری کے اندر کرنی چاہئے تھیں، وہ

علی رؤس الاشہاد کرتا ہے، اور اسطرح وہ اخلاق انسانی کو بالکل برباد کر دیتا ہے جس میں آج یورپ سب سے زیادہ مبتلا ہے۔

ایسے ہی پردے کا ایک غلط پہلو یہ بھی لیا جا سکتا تھا کہ اس کو اتنا تنگ کر دیا جائے کہ کوئی شخص بھی گھر کے اندر نہ آ سکے اس صورت میں اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ مرد ہر وقت گھر ہی میں رہے تاکہ ضروریات خانہ داری پوری ہوں مگر اس طرح بیرونی زندگی بالکل برباد ہو جاتی، ان تمام غلط فہمیوں کو آیات ذیل میں دور کیا گیا ہے۔

گذشتہ آیات میں ان لوگوں کے لیئے قانون تھا جو اجنبی ہیں وہ جب کسی دوسرے مسلمان کے پاس جائیں تو انہیں کس قانون کا پابند ہونا پڑے گا۔ اب بتایا جاتا ہے کہ اگر ہمارے رشتہ دار ہم سے ملنا چاہیں تو ان کے لیئے کونسا دستور العمل ہے۔

(۵۸) یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ (۵۹) وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا

مسلمانو چاہیئے کہ وہ جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہیں، اور تم میں سے جو بلوغ کو نہیں پہونچے، تین وقتوں میں تم سے اجازت لے لیا کریں، نماز فجر سے قبل، اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتار دیا کرتے ہو، اور نماز عشا کے بعد تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں ان کے سوا نہ تم پر کچھ گناہ اور نہ ان پر ایک دوسرے کے پاس آتے ہی رہتے ہو، اسی طرح اللہ تمہارے لیئے آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے، اور جب تم میں سے لڑکے بلوغ کو پہونچ جائیں تو چاہیئے کہ وہ اجازت

كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ آيَاتِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞

لے لیا کریں جس طرح کہ وہ اجازت لیتے رہے، جو ان سے پہلے ہیں، اللہ اپنی آیتیں اسی طرح تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

لونڈی، غلام اور نابالغ لڑکوں کا ہر وقت گھر میں آنا جانا رہتا ہے، اگر انہیں ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت پڑے گی تو بڑی دقت ہوگی، اس لیے سب کی سہولت کے لیے تین اوقات معین کر دیئے کہ ان میں اجازت کے بغیر وہ اندر داخل نہ ہوں، تاکہ خاوند اور بیوی اپنے محبت آمیز تعلقات سے تسکین حاصل کر سکیں، فجر کی نماز سے قبل، دوپہر کے وقت جب آرام کرنے کے لیے کپڑے اتار لیتے ہیں، اور نمازِ عشاء کے بعد۔

البتہ جب لڑکے بالغ ہو جائیں تو وہ دوسرے اوقات میں بھی اجازت کے بغیر اندر نہیں آسکتے بلکہ انہیں اسی طرح اجازت لینی پڑے گی جس طرح اجنبی لوگ لیا کرتے ہیں اور جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

عمر رسیدہ عورتیں

پردے کے متعلق دوسری غلطی یہ ہو سکتی ہے کہ بوڑھی عورتوں کو بھی گھروں میں رہنے کے وقت پردہ کے لیے مجبور کیا جائے، اس کی وجہ سے بھی بہت سی دقتیں پیدا ہو جانے کا احتمال ہے، اس لیے فرمایا:

(٦٠) وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۞

اور بڑی بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی امید نہیں، اگر اپنے کپڑے اتار رکھا کریں تو اس میں ان پر کچھ گناہ نہیں بغیر اس کے کہ سنگار نمایاں کرنے والی ہوں، اور اگر احتیاط رکھیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے



وہ بوڑھی عورتیں جنہیں اب اولاد کی امید باقی نہیں رہی ننگے سر بیٹھ جایا کریں تو کوئی گناہ نہیں، اس لیئے کہ وہ محل شہوت ہی نہیں ہیں لیکن اس امر کا ضرور خیال رکھیں کہ کپڑے اتارنے میں ان کا مقصد اظہار زینت نہ ہو، اور اگر نہ اتاریں تو اور بھی بہتر ہے۔

بخل و امساک کا سدباب

پردہ کی وجہ سے لوگوں کی آمدورفت ایک دوسرے کے گھر میں یقیناً کم ہو جائیگی مگر ارتقائے ملت کے لیئے آپس میں ملاقات ضروری ہے، دوسرے یہ بھی خیال ہو سکتا ہے کہ شاید قلت ملاقات کی بنا پر لوگوں میں بخل و امساک کا مرض پیدا ہو جائے گا، اس لیئے فرمایا:

(۶۱) لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ

نہ اندھے کے لیئے کوئی تنگی ہے اور نہ لنگڑے کے لیئے کوئی تنگی ہے اور نہ بیمار کے لیئے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تم پر کہ اپنے گھروں سے کھاؤ، یا اپنے باپوں کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا اُن گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں، یا اپنے دوستوں کے گھروں سے، تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ، جب گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو

اَشۡتَاتًا فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُيُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ تَحِيَّةً مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۞

سلام کر لیا کرو، دعائے خیر خدا کی طرف سے برکت والی عمدہ یوں اللہ تمہارے لیئے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

عرب کا دستور تھا کہ اندھوں، لنگڑوں، اور مریضوں کے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتے تھے یہ غلط دستور تھا اس لیئے فرمایا کہ اگر وہ تمہارے گھروں آکے کر کھالیں تو مضائقہ نہیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی ممنوع نہیں ایسے ہی رشتہ داروں کو بھی اس امر کی اجازت ہے، ان لوگوں کو یہ خیال نہ ہو کہ جب اجازت کے بغیر اندر آنا منع ہے تو کھانا بھی درست نہیں ظاہر ہے کہ استیذان کی مصلحت دوسری ہے، مگر کھانے سے تعلقات وروابط اور زیادہ محکم واستوار ہوتے ہیں۔

تم یورپ کے معاشرتی قانون کو دیکھو، اگر بیٹا کھانا کھانے کے لیئے باپ کے گھر چلا جاتا ہے تو اسکو کھانے کا بل بھی ادا کرنا پڑتا ہے، اخلاق انسانی اور مروت بھی آخر کوئی چیز ہے یہ بدترین عادت اور انتہائی خود غرضی ہے، اس لیئے فرمایا کہ اگر باپ اپنے بیٹے کے گھر سے، یا بیٹا اپنے باپ کے گھر جاکر کھالیتا ہے تو کوئی گناہ نہیں مروت واحسان کا خیال کرکے بل مت پیش کرو۔

عرب کے دولت مند لوگ غریبوں کے ساتھ مل کر کھانا نہیں کھاتے تھے یورپ میں بڑے آدمی کے ساتھ ایک ہی میز پر چھوٹے درجہ کا آدمی کھانا نہیں کھا سکتا، اور نہ سپاہی اپنے افسر کے ساتھ ادھر عرب کے قبیلہ بنو کنانہ کی کیفیت یہ تھی کہ وہ اکیلے کھا ہی نہ سکتے تھے، یہ بھی حد سے تجاوز کرنا تھا، اس لیئے فرمایا کہ تمہاری مرضی ہے مل کر کھاؤ یا الگ الگ مگر مل کر کھانا بہتر ہے، مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص نے شکایت کی کہ ہم کھاتے ہیں اور سیر نہیں ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لعلکم تاکلون متفرقین اجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ یبارک لکم فیہ

غالباً تم الگ الگ کھاتے ہو مل کر کھاؤ، اللہ کا نام لیا کرو، اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا،

ابن ماجہ میں ہے: کلوا جمیعًا ولا تفرقوا فان البرکۃ مع الجماعۃ مل کر کھاؤ الگ نہ کھاؤ اس لئے کہ

برکت جماعت کے ساتھ ہے۔

یاد رہے گھر میں داخل ہونے کا دستور یہی ہے کہ سلام کرکے اندر جاؤ، یہی ذریعہ خیر و برکت ہے،

حضرت انس رسول اللہ کے ہاتھ دھلوا رہے تھے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں تین باتیں بتاتا ہوں جو

تمہارے لئے مفید ثابت ہونگی جو مسلمان تجھے ملے تم اُسے سلام کرو، تمہاری عمر میں فرازی

ہوگی، جب کسی گھر میں داخل ہو تو سلام کر کے، اور زیادہ خیر و برکت کا نزول ہوگا، اور چاشت کی نماز پڑھو

امیر کا ہونا ضروری ہے

(۶۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

مسلمان تو بس وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی ایسی بات کے لئے جس میں لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت ہے پیغمبر کے پاس ہوتے ہیں تو جب تک اُس سے اجازت نہ لیں نہیں جاتے، جو لوگ تم سے اجازت لے لیتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں تو جب یہ لوگ اپنے کسی کام کے لئے تم سے اجازت طلب کیا کریں تو تم ان میں سے جس کو چاہو اجازت دیدیا کرو اور ان کے لئے اللہ سے استغفار کرو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تمام ضروری احکام مل گئے، مگر کوئی جماعت قایم نہیں رہ سکتی جب تک اس کا کوئی امیر نہ ہو، جو قانون کو نافذ کرے اور لوگوں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے، اسی کی معرفت احکام کی

نشرو اشاعت ہوگی اور وہی تمام مجالس شوریٰ کی نظم و ترتیب اور آداب و قواعد کو ملحوظ رکھے گا،
اس لیئے مومن کی شان یہ ہے کہ جب کسی ضرورت سے اس کو امیر مجلس مشورہ کے لیئے طلب کرے تو تمام
ذاتی کاروبار ترک کرکے فوراً حاضر ہو اور رئیس مجلس سے اجازت لیئے بغیر جلسہ گاہ کو نہ چھوڑے، قومی
ملکی معاملات کے مقابلہ میں خانگی امور کی کوئی حقیقت نہیں، البتہ اگر کوئی اہم معاملہ ہو تو صدر کو حق حاصل
ہے کہ اگر مناسب خیال کرے تو اس کو جانے کی اجازت دے دے۔

اس میں شک نہیں کہ جس نے اجازت طلب کی، اس کی ضرورت شدید تھی اور صدر نے بھی
اسی خیال سے اس کو اجازت دی، مگر خود اس مجلس میں جو امور طے ہونے والے تھے، وہ عمومی حیثیت سے
ملک و ملت کے لیئے ضروری تھے، اس کی عدم شرکت کی بنا پر مجلس اس کی اصابت رائے سے محروم
رہ گئی، ممکن ہے اس کی وجہ سے کوئی فروگذاشت ہو جائے اور اس سے دوسروں کو نقصان
پہونچے، قاعدے کے مطابق اس کو غیر حاضری پر سزا ملنا چاہیئے، مگر چونکہ اس کی ضرورت بھی
سخت تھی اس لیئے اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ نہ کرے گا، بلکہ اپنی رحمت سے اسکو بخش دے گا۔

نزول عذاب کا خوف

(۶۳) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

پیغمبر کے بلانے کو آپس میں نہ سمجھو جیسا کہ تم میں ایک کو ایک بلاتا ہے، اللہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو تم میں سے چھپ کر نکل جاتے ہیں تو جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیئے کہ ان پر کوئی آفت آپڑے یا ان پر عذاب دردناک آنازل ہو۔

امیر مجلس کے ہر حکم کو تسلیم کرنا، اس کی عزت و توقیر کا خیال رکھنا، اور اس کو نظم و نسق قایم رکھنے
کا موقع دینا ضروری ہے تاکہ وہ ارباب تمرد و طغیان کو فتنہ و فساد سے روک سکے، اس لیئے حکم

ہوا کہ جب رسول یا اس کا جانشین جس کو تم نے اپنا رئیس مجلس مقرر کیا ہے، تمہیں بلائے تو اس کے بلانے کو معمولی بلانا خیال نہ کرو، بے شک تم میں وہ لوگ بھی ہیں جو تمہارے احکام کی پروا نہیں کریں بشرطیکہ ان کو پناہ کی جگہ مل جائے، اس لیئے تمہارا فرض ہے کہ تم اپنے امیر میں اتنی قوت پیدا کر دو کہ ان سرکش لوگوں کو کہیں پناہ نہ مل سکے۔

جو لوگ رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور امیر مجلس کے احکام کی پروا نہیں کرتے، انہیں ہر وقت ڈرنا چاہیئے کہ اس جرم کی پاداش میں ان پر کوئی مالی یا خاندانی مصیبت نہ آجائے، یا اسلامی حکومت ان کے حقوق حریت و آزادی کو سلب کر کے ان کو قتل کی سزا کا مستحق نہ ٹھیرا دے۔

واللہ بکل شئ علیم

(۶۴) اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ، وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْہِ، فَیُنَبِّئُہُمْ بِمَا عَمِلُوْا وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

سُن رکھو اللہ کے لیئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ جانتا ہے جس پر تم ہو اور جس دن اسکی طرف لوٹائے جائیں گے، تو جیسے عمل کرتے رہے ہیں، اللہ ان کو بتا دے گا، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ زمین و آسمان کا نظام ابتدا سے اللہ ہی کے قبضہ و اقتدار میں ہے، وہ جس قوم میں ان اصول و کلیات کی پابندی دیکھتا ہے اس کو روحانی و جسمانی برکات سے مستفید ہونے کا پورا پورا موقع دیتا ہے، یہ لوگ دنیا میں اپنی قومی حکومت قایم کر کے آزادانہ زندگی بسر کرتے ہیں، اور آخرت میں اپنے اعمال حسنہ کی وجہ سے جنت میں آرام کریں گے۔

جس وقت یہ قرآن نازل ہو رہا تھا، اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پوری خبر تھی کہ ان اصول

امامیں اس حق سب سے زیادہ اگر کوئی جماعت مستحق ہے تو وہ صرف عرب ہیں جو رسول آ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تعلیم سے تیار ہوئے ہیں اس لیئے ان کو ارض مقدس کی حکومت نوازش کی گئی۔

اعمال کی تہ میں جو کمزوریاں باقی رہ جاتی ہیں ان پر کوئی دنیاوی قانون گرفت نہیں کر سکتا مگر جب روز احتساب اعمال شروع ہوگا اور سب لوگ دربار خداوندی میں حاضر ہوں گے اس دن وہ ان سے پورا پورا حساب لے گا، کیونکہ وہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے، واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب۔

